شمارہ: ۱۲ جلد: ۱۷ | ذوالحجہ ۱۴۳۴ اکتوبر 2013
Email: khatmenubuwwat@ymail.com

مسلسل اشاعت کا ۵۱ واں سال

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا ترجمان

ماہنامہ

لولاک

ملتان

۳۲ ویں ختم نبوت کانفرنس چناب نگر 4

واقعہ کربلا اور اس کا پس منظر... کا تجزیہ 19

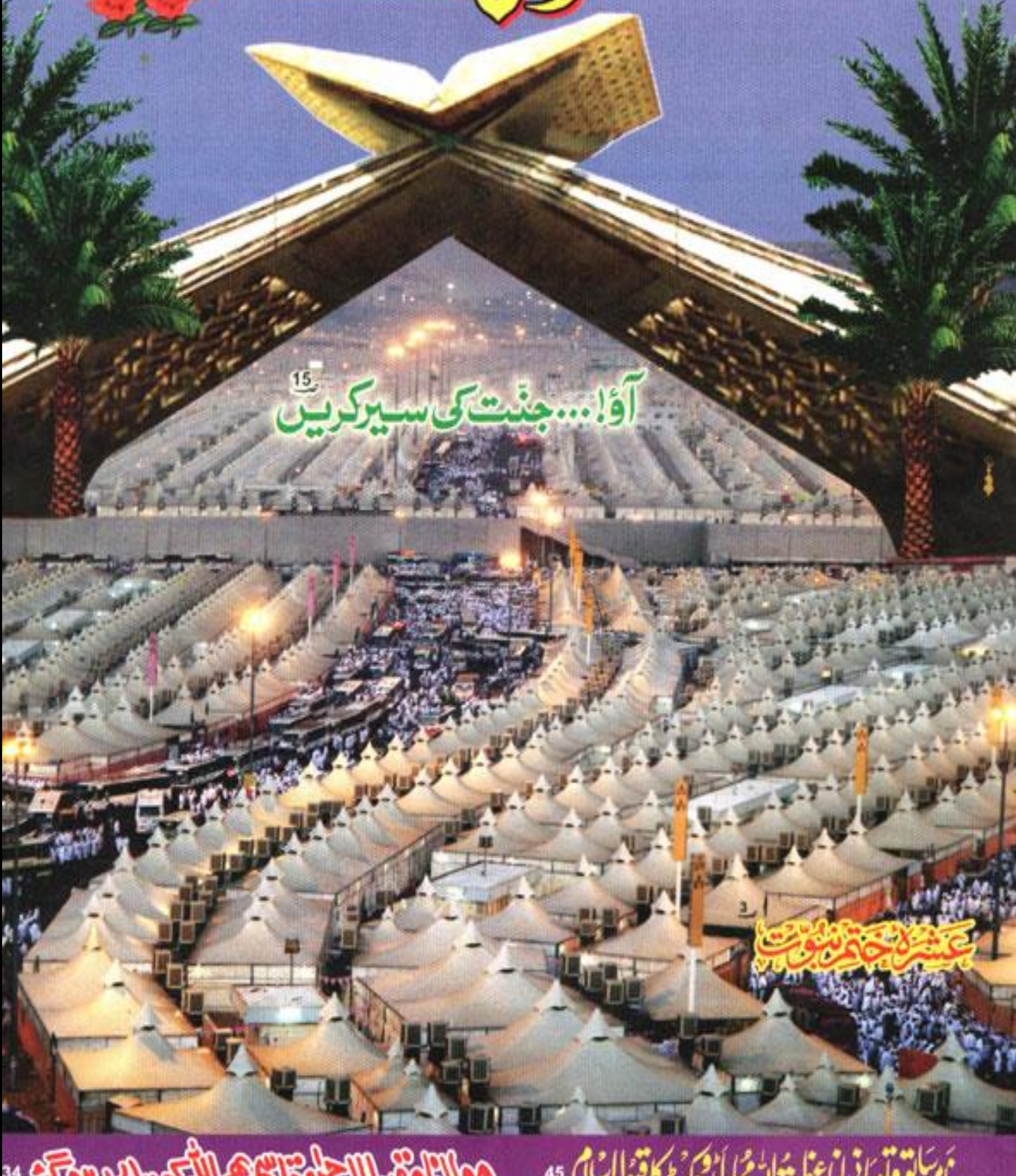

مولانا مقبول الرحمن قاسمی بھی اللہ کو پیارے ہو گئے 34

نامور سابق قادیانی رانا عظمت اللہ مجاہد ایڈووکیٹ کا قبول اسلام 45

www.khatm-e-nubuwwat.com, www.lolaak.clickhere2.net, www.laulak.info

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا ترجمان

ماہنامہ

لولاک

ملتان

شمارہ: ۱۲ ○ جلد: ۱۷

بیاد

امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ
مجاہد ملت مولانا محمد علی جالندھریؒ
حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ
حضرت مولانا عبد الرحمن میانویؒ
شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد عبد اللہؒ
حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ
حضرت مولانا عبد الرحیم اشعرؒ
حضرت مولانا محمد شریف بہاولپوریؒ
صاحبزادہ طارق محمودؒ

مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ
مناظر اسلام مولانا لال حسین اخترؒ
خواجۂ خواجگان حضرت مولانا خان محمد صاحبؒ
فاتح قادیان حضرت مولانا محمد حیاتؒ
حضرت مولانا محمد شریف جالندھریؒ
شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی احمد الرحمنؒ
پیر طریقت حضرت مولانا شاہ نفیس الحسینیؒ
حضرت مولانا مفتی محمد جمیل خانؒ
حضرت مولانا سعید احمد صاحب جلالپوریؒ

بانی: مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمود رحمۃ اللہ علیہ

زیر سرپرستی: شیخ الحدیث حضرت مولانا عبد المجید لدھیانوی صاحب

زیر سرپرستی: حضرت مولانا ڈاکٹر عبد الرزاق اسکندر صاحب

نگران اعلیٰ: حضرت مولانا عزیز الرحمن جالندھری

نگران: حضرت مولانا اللہ وسایا

چیف ایڈیٹر: حضرت مولانا عزیز احمد

حضرت مولانا مفتی محمد شہاب الدین پوپلزئی

ایڈیٹر: صاحبزادہ حافظ مبشر محمود

مرتب: مولانا عزیز الرحمن ثانی

کمپوزنگ: یوسف ہارون

مجلس منتظمہ

علامہ احمد میاں حمادی	مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی
مولانا بشیر احمد	حافظ محمد یوسف عثمانی
مولانا محمد اکرم طوفانی	حافظ محمد ثاقب
مولانا فقیر اللہ اختر	مولانا مفتی حفیظ الرحمن
مولانا عبد الرشید غازی	مولانا قاضی احسان احمد
مولانا غلام حسین	مولانا محمد طیب فاروقی
مولانا محمد اسحاق ساقی	مولانا محمد علی صدیقی
مولانا غلام مصطفیٰ	مولانا محمد حسین ناصر
چوہدری محمد اقبال	غلام مصطفیٰ چوہدری ایڈووکیٹ
مولانا عبد الرزاق	مولانا محمد قاسم رحمانی

رابطہ: عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت
حضوری باغ روڈ، ملتان فون: 061-4783486

ناشر: عزیز احمد مطبع: تشکیل نو پرنٹرز ملتان مقام اشاعت: جامع مسجد ختم نبوت حضوری باغ روڈ ملتان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کلمۃ الیوم

عشرۂ ختم نبوت	مولانا اللہ وسایا	3
۳۲ ویں ختم نبوت کانفرنس چناب نگر	مولانا اللہ وسایا	4

مقالات ومضامین

بنیاد ابراہیمی پر قصر شریعت محمدی کی تعمیر	مولانا احمد علی لاہوری ؒ	6
حضرت عثمان غنیؓ..... حیات وخدمات	مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی	8
ذوالشہادتین حضرت خزیمہ بن ثابتؓ	جناب حافظ محمد انس	13
آؤ..... جنت کی سیر کریں	مولانا محمد طارق	15
واقعہ کربلا اور اس کا پس منظر..... کا تجزیہ	مولانا عبداللہ عباس ندوی	19
معارف خطبہ نکاح (قسط نمبر 7)	مولانا محمد یوسف خان	26

شخصیات

علامہ عبدالستار تونسوی ؒ کی حیات وخدمات	مولانا عبدالعزیز نثاری	32
مولانا مقبول الرحمن قاسمی بھی اللہ کو پیارے ہوگئے	مولانا محمد اکرم کاشمیری	34

رد قادیانیت

احتساب قادیانیت جلد 50 کا مقدمہ	مولانا اللہ وسایا	35
قادیانیت کی مختصر تاریخ (قسط نمبر 1)	جناب ارشد سراج الدین	40
نامور سابق قادیانی رانا عظمت اللہ مجاہد ایڈووکیٹ کا قبول اسلام	جناب عبدالقیوم عاصم	45

متفرقات

تبصرہ کتب	ادارہ	51
جماعتی سرگرمیاں	ادارہ	56

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کلمۃ الیوم!

عشرہ ختم نبوت!

آج ۲؍ستمبر ۲۰۱۳ء ہے۔ اکتوبر کا شمارہ پریس بھجوایا جارہا ہے۔ ہمیشہ کی نسبت امسال عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے ستمبر کے پہلے دس دن کو ''عشرہ ختم نبوت'' منانے کے لئے کچھ زیادہ اہتمام کیا۔

۷؍ستمبر ۱۹۷۴ء کو قادیانیوں کو غیرمسلم اقلیت قرار دیا گیا تھا۔ اسی نسبت سے مولانا قاضی احسان احمد صاحب نے ایک پمفلٹ مرتب کیا۔ چونکہ اس دفعہ ۶؍ستمبر کو جمعہ آرہا ہے تو رفقاء نے میٹنگ میں طے کیا کہ پورے ملک میں جہاں تک ممکن ہو خطیب حضرات کو یہ پمفلٹ دیا جائے اور ساتھ میں حضرت الامیر دامت برکاتہم کی طرف ایک خط بھی، جس میں خطباء سے اپیل کی گئی ہے کہ وہ ۶؍ستمبر کے جمعہ پر اہتمام کے ساتھ ختم نبوت کے موضوع پر خطاب فرمائیں۔

چنانچہ اس کے لئے پورے ملک میں جدوجہد جاری ہے۔ اللہ رب العزت نے فضل کا معاملہ فرمایا تو انشاء اللہ العزیز! عشرہ ختم نبوت میں ۶؍ستمبر کا جمعہ ''یوم ختم نبوت'' کے طور پر منایا جائے گا۔ اس طرح ملک کے خطباء نے اس مناسبت سے اس اپیل اور پمفلٹ کو سامنے رکھ کر کچھ بیان بھی کردیا تو کروڑوں لوگوں تک ختم نبوت کا پیغام پہنچ جائے گا۔

جمعیت علماء اسلام اور بعض دوسری جماعتوں نے بھی اوائل ستمبر میں عشرہ ختم نبوت منانے کا اہتمام کیا ہے۔ یوں ایک بار پھر اسلامیان وطن ختم نبوت کی صدائے مقدس سے بہرہ ہونے کی سعادت حاصل کر پائیں گے۔

ہمارا تو ۳۰؍اگست سے عشرہ ختم نبوت کا آغاز ہوگیا ہے۔ حضرت مولانا مفتی حفیظ الرحمن، مولانا محمد علی صدیقی، مولانا محمد توصیف کے ہمراہ فقیر کا ۳۰؍اگست کا جمعہ سانگھڑ میں ہوا۔ الحمدللہ! ان تمام حضرات نے سانگھڑ کی مختلف مساجد میں خطبات جمعہ پر بیان کیا۔ بعض دوستوں کے دو دو مساجد میں بھی بیان ہوئے۔ اس طرح پورے سانگھڑ کے در و دیوار ۳۰؍اگست جمعہ کو ختم نبوت کی صدائے حق سے گونج اٹھے۔

اسی روز بعد از مغرب تا عشاء حضرت مولانا مفتی حفیظ الرحمن نے دارالعلوم ختم نبوت ٹنڈو آدم میں پروگرام رکھا۔ شہر اور گردونواح کے منتخب دوستوں کو دعوت دی۔ پڑھے لکھے دوستوں سے مدرسہ کی زیر تعمیر مسجد کا وسیع وعریض ہال کھچا کھچ بھر گیا۔

اسی طرح ۳۱ راگست کو بعد عشاء تا رات سوا ایک بجے تجر چانگ میں سالانہ ختم نبوت کانفرنس سے حضرت مولانا مفتی محمد عرفان، حضرت مولانا مفتی محمد سلیم، حضرت مولانا مفتی حفیظ الرحمٰن، حضرت مولانا محمد بلال، حضرت مولانا محمد علی، حضرت مولانا محمد توصیف، فقیر راقم اور دوسرے رفقاء کے بیانات ہوئے۔

یکم ستمبر کو جامع مسجد الصادق بہاول پور میں ختم نبوت کانفرنس رکھی تھی۔ جس کی صدارت حضرت امیر مرکزیہ دامت برکاتہم نے فرمائی۔ مہمان خصوصی نائب امیر حضرت مولانا صاحبزادہ عزیز احمد تھے۔ حضرت مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری، مولانا سید محمد ضیاء اللہ شاہ بخاری ساہی وال، حضرت مولانا ڈاکٹر خالد محمود سومرو، مولانا محمد قاسم رحمانی اور فقیر کے بیانات ہوئے۔ مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی، مولانا عبدالحکیم نعمانی، مولانا محمد اسحق ساقی نے سٹیج سیکرٹری اور انتظامات کی سرپرستی فرمائی۔

آج ۲ ستمبر سے لاہور میں ختم نبوت کورس ہے۔ حضرت مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی، حضرت مولانا عزیز الرحمٰن ثانی، مولانا محمد نعیم، اس کورس کی نگرانی فرمائیں گے۔

۳ ستمبر کو ڈسکہ میں سہ روزہ ختم نبوت کورس کا اختتامی سیشن ہے۔ ۴ ستمبر کو لاہور میں اختتام کورس ہوگا۔ ۵ ستمبر کو جامعہ اشرفیہ لاہور میں، ۶ ستمبر کو لال جامع مسجد اسلام آباد میں، ۷ ستمبر کو کوہاٹ، واٹک اور رات کو پشاور میں ختم نبوت کانفرنسیں ہے۔ ۸ ستمبر کو صوابی، مردان نوشہرہ میں پروگرام ہیں۔

اللہ رب العزت کو منظور ہے تو ان کی رپورٹیں آنے والے شمارہ میں آپ ملاحظہ کریں گے۔ یہ پرچہ جب آپ کو ملے گا تو یہ کانفرنسیں ہو چکی ہوں گی۔ قافلہ کہیں سفر کر کے پہنچ چکا ہوگا۔

ان سطور کے ذریعہ درخواست ہے کہ ۷ ستمبر کو حق تعالیٰ نے جس کامیابی سے نوازا تھا کھلی آنکھوں سے اس کے ثمرات موسلا دھار بارش کی طرح نظر آرہے ہیں۔ ہمارے دشمن منکرین ختم نبوت قادیانی اپنے کئے کو چاٹ رہے ہیں۔

قارئین! دعا فرمائیں کہ جلدی احقاق حق اور ابطال باطل کے نظاروں سے ایک عالم جگمگا اٹھے۔ وما ذالک علی اللہ بعزیز! رفقاء ہمت کریں جو بس میں ہے تبلیغ کے راستہ میں کوتاہی نہ کریں۔ اللہ تعالیٰ توفیق دیں۔

۳۲ ویں سالانہ ختم نبوت کانفرنس چناب نگر

امسال انشاءاللہ العزیز! ۳۲ ویں سالانہ ختم نبوت کانفرنس چناب نگر ۲۴، ۲۵ راکتوبر جمعرات وجمعہ کو منعقد ہوگی۔ الحمدللہ! دعوت ناموں کی ترسیل کا عمل مکمل ہوگیا ہے۔ حضرت مولانا صاحبزادہ عزیز احمد صاحب دامت برکاتہم نے حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب دامت برکاتہم سے درخواست کر کے وقت نوٹ کرا دیا ہے اور آپ نے وعدہ فرمالیا ہے۔

دیگر جماعتوں کے رہنمایان سے حضرت مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی، حضرت مولانا عزیز الرحمن ثانی شب وروز برابر رابطوں میں ہیں۔ حضرت صاحبزادہ عزیز احمد صاحب نے یکم ستمبر کی بہاول پور ختم نبوت کانفرنس پر مولانا سید ضیاء اللہ شاہ بخاری اور مولانا ڈاکٹر خالد محمود سومرو کو بھی ختم نبوت کانفرنس چناب نگر کی دعوت دی۔

حضرت امیر مرکزیہ دامت برکاتہم نے امسال ۲۵ر اکتوبر جمعہ صبح کو کانفرنس کے آغاز سے قبل عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی مجلس عمومی کا اجلاس طلب کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ جس میں عالمی مجلس کے مرکزی دو نائب امراء کا چناؤ ہوگا۔ یوں ملک بھر سے مجلس عمومی کے ارکان کانفرنس کے ساتھ اجلاس میں بھی شرکت سے بہرہ ور ہوں گے۔

امسال یہ کانفرنس ایسے موقع پر منعقد ہو رہی ہے کہ چالیس سال کے مسلسل انتظار کے بعد شرکاء کانفرنس قومی اسمبلی کی کاروائی کو حاصل کر پائیں گے۔ گویا یوں اس سال کانفرنس میں شرکت چالیس سالہ تمناؤں کی تکمیل کا باعث ہوگی۔

امسال کانفرنس پر رفقاء احتساب قادیانیت کی جلد نمبر ۵۳ر تک تمام جلدیں حاصل کر پائیں گے۔

امسال کانفرنس پر رفقاء مدرسہ عربیہ ختم نبوت کی عظیم و وسیع تعمیر کی تکمیل کے مناظر نہ صرف اپنی آنکھوں سے دیکھیں گے۔ بلکہ اس جدید تعمیر میں رہائش کر کے اس تعمیر کا افتتاح بھی فرمائیں گے۔ قیامت تک جو یہاں آئیں گے اور رہائش کریں گے۔ اس دفعہ کے رہائش کرنے والے بھی ان کے ثواب میں برابر کے شریک ہوں گے۔

امسال اس کانفرنس سے قبل ۲۶ر اکتوبر کو بھلوال، ۲۶، ۲۷ر ستمبر کو شیخوپورہ، ۳ر اکتوبر کو سرگودھا، ۵ر اکتوبر کو ٹوبہ ٹیک سنگھ میں عظیم الشان ختم نبوت کانفرنسیں منعقد ہوں گی اور یہ تمام کانفرنسیں چناب نگر کانفرنس کی کامیابی کے لئے عظیم کردار ادا کریں گی۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مبلغین کی ایک ٹیم مولانا عزیز الرحمن ثانی، مولانا غلام مصطفیٰ، مولانا محمد علی صدیقی کی قیادت میں ۷ار اکتوبر سے اس علاقہ میں دعوتی عمل کا آغاز کرے گی۔ عید کے تیسرے روز ملک بھر کے مبلغین حضرات کانفرنس کی تیاری کے لئے پہنچ جائیں گے۔

قارئین تک انشاء اللہ العزیز! یہ شمارہ کانفرنس سے قبل پہنچ جائے گا اور آپ سب اس کو پڑھ کر کانفرنس پر پہنچ جائیں گے۔ زندگی کو غنیمت جانیں۔ ضرور تشریف لائیں۔ شرکت سے محرومی افسوس کا باعث ہوگی۔

دعائیں بھی جاری رکھیں کہ اللہ رب العزت ہر لحاظ سے اس کانفرنس کو کامیابی و کامرانی اور خیر و برکت سے سرفراز فرمائیں۔

آمین بحرمة النبی الکریم!

بنیاد ابراہیمی پر قصر شریعت محمدیؐ کی تعمیر!

مولانا احمد علی لاہوریؒ!

قرآن حکیم سے معلوم ہوتا ہے کہ نسل انسانی کا بیج جب سے سطح دنیا پر بویا گیا ہے۔ اسی وقت سے یہ مبارک رسم قائم ہوئی ہے: قولہ تعالیٰ: ”واتل علیهم نبأ ابنی آدم اذا قربا قرباناً فتقبل من احدهما ولم یتقبل من الآخر“ ﴿ان لوگوں کو آدم علیہ السلام کے دو بیٹوں کا واقعی قصہ سنا دے۔ ان دونوں نے قربانی کی پھر ایک کی قبول ہوئی اور دوسرے کی قبول نہ ہوئی۔ (انتہی)﴾

ابراہیمی قربانی اور اس کے نتائج

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خواب میں دیکھا کہ میں اپنے بیٹے (حضرت اسماعیل علیہ السلام) کو ذبح کر رہا ہوں۔ انبیاء علیہم السلام کے خواب الہام الٰہی ہوتے ہیں۔ اس لئے اس خواب کو حکم الٰہی سمجھ کر بیٹے سے استصواب فرمایا۔ بیٹے نے عرض کی اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کیجئے۔ مجھے خدا تعالیٰ کے فضل سے آپ صابر پائیں گے۔ اس گفتگو کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام صاحبزادے کو ذبح کرنے کے لئے لے گئے۔ جب ذبح کرنے کی غرض سے بیٹے کو لٹایا۔ اس وقت اللہ کی طرف سے آواز آئی (اے ابراہیم علیہ السلام) تو نے اپنے خواب کو سچا کر دکھایا اور اللہ تعالیٰ نے بیٹے کے عوض ایک مینڈھا عطاء فرمایا۔ جسے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ذبح کیا۔

جب حصول رضا الٰہی کے لئے بیٹا ذبح کرنے کو تیار ہو گئے تو اپنی جان قربان کرنے میں انہیں بطریق اولیٰ کوئی دریغ نہ تھا۔ جب جان اور اولاد قربان کرنے کے لئے تیار تھے تو مال قربان کر کے خدا تعالیٰ کو راضی کرنے میں انہیں کیا عذر ہوگا۔ جب ان کے ہاں جان اولاد اور مال رضائے الٰہی کے مقابلے میں کوئی چیز نہ تھا۔ تو وہاں حب وطن، محبت الٰہی کا کب مقابلہ کر سکتی تھی۔ جب اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے میں جان اولاد کی پرواہ نہیں کرتے تو اعزہ واقرباء کے تعلقات انہیں دروازہ الٰہی سے کب ہٹا سکتے ہیں۔ جب ان کی جان اولاد اور اعزہ واقرباء اس دریتیم (رضا الٰہی) پر قربان ہو چکے ہیں تو حب بقیہ احباب دنیا انہیں کب یاد الٰہی سے غافل کر سکتی ہے۔ جب رضا الٰہی انہیں جان اور اولاد سے زیادہ عزیز ہے تو کوئی تجارت وزراعت یا صنعت وحرفت ان کا دل کب لبھا سکتی ہے۔

تجدید ملت ابراہیمی

سید المرسلین خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ دراصل ملت ابراہیمی کے مجدد ہیں: ”وجاهدوا فی الله حق جهاده هو اجتبٰکم وما جعل علیکم فی الدین من حرج ملة ابیکم ابراهیم هو سمّٰکم المسلمین (حج:....)“ ﴿اور اللہ کے کام میں خوب کوشش کیا کرو جیسا کوشش کرنے کا حق ہے۔ اس نے تم کو (اور امتوں سے) ممتاز فرمایا اور (اس نے) تم پر دین کے احکام میں کسی قسم کی تنگی نہیں کی۔ تم اپنے باپ ابراہیمؑ کی

(اس) ملت پر (ہمیشہ) قائم رہو۔ اس (اللہ) نے تمہارا لقب مسلمان رکھا ہے۔﴾

چونکہ شفیع المذنبین، رحمۃ للعالمین بنیاد ابراہیمی پر قصر شریعت محمدی تعمیر کرنے کے لئے مبعوث ہوئے تھے۔ اس لئے آپ a نے بھی اپنی امت کو حصول رضاالٰہی کی خاطر قربانی کی یادتازہ کرائی۔ تاکہ امت محمد کے ہر فرد سے ابراہیمی خوشبو آئے اور ہر کلمہ گو کا نور ایمان ابراہیمی نور سے مشابہ ہوجائے۔ مسلمانوں کا فرض ہے کہ قربانی کرتے وقت جذبات ابراہیمی کا خیال رکھیں۔ دل کے انہی پاکیزہ جذبات کا نام تقویٰ ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کے ہاں محبوب ومقبول ہے۔ ارشاد ہوتا ہے: ’’لن ینال اللہ لحومھا ولا دماؤھا ولکن ینالہ التقویٰ منکم‘‘ ﴿اللہ تعالیٰ کے ہاں قربانیوں کا گوشت اور خون نہیں پہنچتا۔ اس کے ہاں (اس) تقویٰ کی قدروقیمت ہے۔ (جو قربانی کرنے والے کے دل میں حاصل ہوتی ہے)﴾

بفضلہ تعالیٰ امت محمدیہ دعویٰ سے کہہ سکتی ہے کہ شریعت محمدیہ کے ہر حکم میں دین ودنیا' دنیا اور آخرت کی کامیابی کا راز مضمر ہے۔ ادھر خدا تعالیٰ راضی ہوجاتا ہے۔ تو ادھر دنیا سنور جاتی ہے۔ ادھر آخرت کی نجات کا سرٹیفکیٹ مل جاتا ہے۔ تو ادھر دنیا کی ذلتوں سے انسان رہائی پاجاتا ہے۔

پیغام فتح اسلام

اگر مسلمان عید قربان کو جذبات ابراہیمی کی یادتازہ قرار دیں اور ہر سال شمع رضاالٰہی پر پروانہ وار قربان ہونے کے لئے دل وجان ظاہر وباطن سے تیار رہیں۔ تو مالک الملک ذوالجلال والاکرام عزاسمہ وجل مجدہ ان کی پشت پناہ ہوگا۔ پھر ایسے سرفروش وفدایان اسلام کی جماعت جس میدان میں قدم رکھے گی۔ خدا تعالیٰ ان کی جماعت کے لئے زمین وآسمان کے لشکر بھیج دے گا۔ پھر یہ دنیا میں چالیس کروڑ نہیں چالیس سو بھی ہوں گے تو ہر میدان میں فتح ونصرت کا سہرا انہیں کے سر ہوگا۔ دنیا میں کوئی قوم ان کے مقابلہ کی تاب نہیں لاسکے گی۔ جو قوم مقابلہ میں آئے گی منہ کی کھاکر جائے گی۔

حضرت عثمان غنیؓ ...... حیات وخدمات!

مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی!

حضرت عثمان غنیؓ کا نام نامی اسم گرامی عثمانؓ کنیت ابوعبداللہ' ابوعمر، والد کا نام عفان' والدہ کا نام اروٰی تھا۔
حضرت عثمانؓ کا سلسلہ نسب والد و والدہ دونوں کی طرف سے پانچویں پشت میں عبد مناف پر آنحضرت a کے سلسلہ نسب سے مل جاتا ہے۔ حضرت عثمانؓ کی نانی صاحبہ "ام حکیم بیضا بنت عبدالمطلب" حضور a کی پھوپھی تھیں۔ آپ کی ولادت ہجرت مدینہ سے ۴۷ برس قبل ۵۷۷ مکہ مکرمہ میں ہوئی۔ آپ مکہ مکرمہ میں کپڑے کے بہت بڑے تاجر تھے۔ آپ بالکل اول اسلام لانے میں شامل ہیں۔ آپ کے قبول اسلام کا نمبر چوتھا ہے۔ قبول اسلام کے بعد آلام ومصائب کے برداشت کرنے میں حضور a کے شانہ بشانہ رہے۔
رحمت عالم a نے اپنی صاحبزادی حضرت رقیہؓ کا نکاح آپ سے کیا۔ حضرت رقیہؓ کے انتقال کے بعد حضرت ام کلثومؓ کا نکاح بھی آپ سے کردیا۔ وہ بھی انتقال فرما گئیں۔ اسی وجہ سے آپ کا لقب ذوالنورین ہے۔ آپ کو ذوالہجرتین ہونے کا شرف حاصل ہے۔ پہلی ہجرت حبشہ کی طرف اور دوسری ہجرت مدینہ طیبہ کی طرف کی۔ غزوہ بدر کے علاوہ آپ تمام غزوات میں شامل رہے۔ غزوہ بدر کے موقع پر آپ کی اہلیہ محترمہ حضرت رقیہؓ علیل تھیں۔ رحمت عالم a نے حضرت رقیہؓ کے علاج ومعالجہ' دیکھ بھال کے لئے انہیں مدینہ طیبہ میں رہنے کا حکم دیا۔ واپسی پر آپ کا نام شرکاء بدر میں شامل فرمایا اور انہیں مال غنیمت سے حصہ بھی دیا۔ آپ نے غزوہ تبوک جسے "جیش العسرة" کہا جاتا ہے کہ تیاری میں بھاری چندہ دیا جس کی تفصیل درج ذیل ہے: ۱...... "دوسواوقیہ چاندی اور دوسواونٹ۔" (زرقانی ج سوم ص ۷۴) ۲...... "ستر ہزار درہم۔" (انساب الاشراف بلاذری ۱) ۳...... "ایک ہزار اونٹ' ستر گھوڑے' ایک ہزار دینار نقدی۔" (مستدرک حاکم ص ۱۰۲ ج سوم) ۴...... "سات سواوقیہ چاندی۔" (مسند ابویعلی)
اسی جیش العسرہ کی تیاری کے لئے حضور a نے فرمایا تھا کہ: "من جهز جيش العسرة فله الجنة" اس پر حضرت عثمانؓ کا اپنا بیان ہے کہ: "فجهز تهم حتىٰ لم يفقد و اعقالا و لا خطاماً" میں نے جیش العسرہ کی تجہیز ایسے مکمل طریقہ پر کی کہ اونٹ کی ایک رسی اور نکیل کی بھی کمی نہیں رہی۔ حضرت عثمانؓ نے جو نقد رقم پیش کی۔ حضور a نے اپنے ہاتھوں اچھالتے ہوئے فرمایا کہ: "ماعلىٰ عثمان من عمل بعد اليوم" یعنی آج کے بعد عثمان پر کوئی اور عمل لازم نہیں ہوگا۔ (ترمذی مناقب عثمان حاکم، ج سوم ص ۱۰۲)
حضرت عثمانؓ رحمت عالم a کے مشیر خاص اور معتمد علیہ تھے۔ ان کی یہ حیثیت حضرت ابوبکرؓ وعمرؓ کے زمانہ میں بھی برقرار رہی۔ حضرت عثمانؓ کی ایک خصوصیت یہ تھی کہ نوشت وخواند میں اعلیٰ قابلیت رکھتے تھے۔ اس بناپر حضرت صدیق اکبرؓ نے آپ کو اپنا میر منشی (چیف سیکرٹری) بنالیا تھا۔ (المحبر لابن حبیب ص ۳۷۷) سیدنا صدیق اکبرؓ نے اپنے مرض الوفات میں وصیت نامہ آپ سے لکھوایا تھا۔ حضرت صدیق اکبرؓ نے ایک اصول بنایا کہ اکابر

صحابہ کرامؓ مدینہ طیبہ سے باہر کسی مہم میں شریک نہیں ہوں گے۔ چنانچہ اسی اصول کے تحت حضرت عثمانؓ شیخین کے ادوار میں مدینہ طیبہ سے باہر کسی مہم میں شریک نہیں ہوتے تھے۔ شیخین کے نزدیک حضرت عثمانؓ کا مرتبہ بلند و بالا تھا۔

حضرت عمرؓ کی شہادت اور آپ کی خلافت

حضرت فاروق اعظمؓ نے اپنی جانشینی کے لئے درج ذیل صحابہ کرامؓ پر مشتمل ایک کمیٹی قائم کی اور فرمایا کہ یہ وہ حضرات ہیں جب رسول اللہ a اس دنیا سے رخصت ہوئے تو ان سے راضی اور خوش تھے۔ فرمایا کہ ان چھ میں سے جس کسی پر اتفاق ہو جائے۔ اس کو خلیفہ نامزد کر دیا جائے۔ ان کے اسماء گرامی یہ ہیں۔ حضرت عثمانؓ حضرت علیؓ حضرت طلحہؓ حضرت زبیرؓ حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ حضرت طلحہ بن عبیداللہؓ اور فرمایا کہ یہ فیصلہ تین دن کے اندر کر دیا جائے اور اس وقت تک حضرت صہیب رومیؓ امامت کا فریضہ سرانجام دیں۔ حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ کی تجویز پر حضرت عثمانؓ کے ہاتھ پر بیعت کر لی گئی۔ سب سے پہلے حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ نے بیعت کی اور دوسرے نمبر پر حضرت علی المرتضیٰؓ نے اور پھر بیعت عمومی ہوئی اور یوں آپ یکم محرم الحرام ۲۴ ہجری کو صبح کی نماز کے بعد تیسرے خلیفہ بنائے گئے۔ (طبقات ابن سعد جلد سوم ص ۲۲۳ تا ۲۲۵)

آپ کے دور کی فتوحات

آپ کے دور خلافت میں اسکندریہ دوبارہ فتح ہوا۔ لیبیا' تیونس' اندلس' جزیرہ قبرص' جزیرہ راواد' جزیرہ رودس' جزیرہ صقلیہ فتح ہوئے۔ رومیوں نے بحری حملہ کیا۔ جس میں ان کی پسپائی ہوئی۔ نیز عراق و ایران میں خراساف' نیشاپور' طوس' سیستان اور کابل تک فتوحات ہوئیں۔ نیز آذربائیجان اور آرمینا پر فوج کشی کی گئی۔

نظم و نسق

حضرت عمرؓ نے وصیت فرمائی تھی کہ جو شخص بھی ان کا جانشین ہو۔ ان کے مقرر کئے ہوئے عمال (گورنروں) کو ایک سال تک تبدیل نہ کرے۔ حضرت عثمانؓ نے اس وصیت پر عمل کیا اور حضرت عمرؓ کے مقرر کئے ہوئے عمال کو ایک سال تک برقرار رکھا۔ آپ کا دورہ خلافت جمہوری طرز حکومت رکھتا ہے۔ عامل و معمول قانون کی نظر میں برابر تھے۔ نیز آپ اپنے گورنروں کے معاملات کی خود نگرانی فرماتے۔ شرعی معاملات میں مداہنت برداشت نہیں فرماتے تھے۔ حضرت فاروق اعظمؓ کے دور میں صوبوں کی تعداد آٹھ تھی۔ آپ نے اس میں تھوڑا بہت ردوبدل کر کے بڑے ممالک کو کئی حصوں میں تقسیم کر دیا۔ حضرت فاروق اعظمؓ کے دور میں ائمہ اور موذنین کی تنخواہیں مقرر کی گئیں۔ نیز آپ نے اسے بھی برقرار رکھا۔ نیز آپ نے اپنے دور خلافت میں مفتوحہ ممالک میں چھاؤنیاں قائم کیں۔ نیز آپ نے احتساب کا محکمہ قائم کیا۔ مدینہ طیبہ کو ظاہری و باطنی طور پر پاک وصاف رکھنے کے احکامات جاری کئے۔ حدود و تعزیرات کے نفاذ میں ازحد احتیاط برتی جاتی۔ آپ نے اپنے دور خلافت میں حرمین شریفین کی تعمیر و توسیع میں بھرپور حصہ لیا۔ رفاہ عامہ کے کاموں میں۔ ممالک محروسہ میں جگہ جگہ پر مساجد تعمیر کیں۔ مسافروں کی راحت و آسائش کے لئے سرائیں اور مہمان خانے تعمیر کئے۔ پانی کے چشمے اور کنویں کھدوائے۔ آپ نے مدینہ طیبہ

کے قریب بند بنوا کر سیلاب کے پانی کا رخ دوسری طرف موڑ دیا۔ اکابر قریش کو مدینہ طیبہ سے باہر رہائش رکھنے کی اجازت مرحمت فرمائی۔ ذمیوں کے ساتھ حسن سلوک کے احکام جاری فرمائے۔

محکمہ قضا (عدلیہ) کو ترقی دی

پولیس کا محکمہ حضرت فاروق اعظمؓ نے قائم کیا تھا۔ آپ نے اس کو ترقی دی۔ افتار کے محکمہ کی طرف خصوصی توجہ فرمائی۔ عدلیہ کو باقاعدہ محکمہ قرار دے کر توسیع وترقی دی۔ آج کے دور میں ایک مکمل فلاحی ریاست کا جو تصور ہوسکتا ہے۔ خلافت عثمانی اس کا مکمل نمونہ اور مظہر تھی۔

بغاوت اور اس کے اسباب

حضرت عثمانؓ کا دور خلافت بارہ برس پر محیط ہے۔ اسے دو حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ پہلا دور جو تقریباً چھ سال سے زیادہ مدت پر مشتمل ہے غیر معمولی عروج وترقی' وسعت فتوحات' رفاہیت وخوشحالی کا دور ہے۔ اس دور میں مملکت اسلام کا رقبہ مراکو سے کابل تک پھیل گیا۔ دولت کی ریل پیل ہوئی۔ دوسرا دور جو آخری پانچ چھ سالوں پر مشتمل ہے۔ انتشار، پراگندگی کا دور ہے۔ حضرت عمرؓ کے دور میں بیرون عرب فتوحات کا آغاز ہوا اور حضرت عثمانؓ کے دور میں استحکام پیدا ہوا اور دائرہ بھی وسیع ہوا۔ حضرت عثمان کے خلاف سیاسی اسباب بغاوت میں ایک سبب عرب اور موالی بنوامیہ کی حکومت کو پسند نہیں کرتے تھے۔ ایک سبب فتوحات کی غیر معمولی وسعت کی وجہ سے تجارت وصنعت اور زراعت میں ترقی ہوئی اور لوگوں میں عیش وعشرت کے طور طریقے داخل ہوگئے۔ بڑے بڑے خوبصورت محلات ومکانات تعمیر ہونا شروع ہوگئے۔ جب افراط زر ہوتا ہے تو مہنگائی در آتی ہے تو اشیاء کی خرید وفروخت میں گرانی شروع ہوگئی۔ حضرت ابوذر غفاریؓ جو زاہد وتارک الدنیا تھے۔ انہوں نے عیش وعشرت کے خلاف برملا تقریریں شروع کردیں۔ جس کی وجہ سے غرباء نے امراء پر دست درازی شروع کردی۔ جس کی وجہ سے مدینہ طیبہ سے تین میل کے فاصلہ پر ربذہ کے مقام پر حضرت ابوذر غفاریؓ کو منتقل کردیا۔

عبداللہ بن سبا اور اس کی تحریک

عبداللہ بن سبا ایک یہودی النسل تھا۔ بظاہر مسلمان ہوا۔ اس نے نہ صرف حضرت عثمانؓ بلکہ اسلام کے خلاف تحریک شروع کردی۔ یہ پہلا شخص ہے جس نے الوہیت علی کا اعلان کیا اور اس نے حب اہل بیت کا نعرہ بلند کرکے حضرت عثمانؓ کی خلافت کو ناجائز کہنا شروع کردیا۔ حضرت عثمانؓ اور ان کے عمال کے خلاف ناجائز پروپیگنڈہ کرنا اپنا وطیرہ بنالیا۔ پہلے حجاز گیا۔ پھر کوفہ وبصرہ کا سفر کیا۔ پھر دمشق پہنچا۔ دمشق سے نکال دیا گیا۔ اقتصادی امور میں اشتراکی نظریات کا حامل تھا۔ غرضیکہ اس نے عراق' شام میں عموماً اور مصر میں خصوصاً اپنے پیروکاروں کا ایک حلقہ قائم کرلیا۔ حضرت عثمان کے خلاف علم بغاوت بلند کرنے والوں میں ایک تعداد خوارج کی بھی تھی۔ محمد بن ابوبکر پر ایک معاملہ میں حضرت عثمانؓ نے سخت گرفت کی تھی۔ اس وجہ سے وہ ناراض تھا۔ کعب بن ذی الحبکہ باغیوں کا سرغنہ تھا۔ کسی جرم میں آپ نے اس کو سزا دی تھی۔ اس لئے وہ باغیوں میں شریک ہوگیا۔ ابوفروہ حضرت عثمانؓ کے غلام کا غلام تھا۔ کسی بات پر حضرت عثمانؓ سے ناراض ہوکر باغیوں میں شامل ہوگیا۔

باغیوں کا حملہ اور حضرت عثمانؓ کی شہادت

مصر کے لوگ حضرت علیؓ کے عقیدت مند تھے۔ اہل بصرہ حضرت طلحہؓ بن عبیداللہ کے، اہل کوفہ حضرت زبیرؓ کو خلیفہ بنانا چاہتے تھے۔ ایک جماعت سرے سے عرب حکومت کے خلاف تھی۔ آپس میں اختلافات کے باوجود سب گروہ خلیفۃ المسلمین کی معزولی کے مطالبہ میں متفق تھے۔ عبداللہ بن سبا ان سب کا چیف گرو تھا۔ اس نے اپنی جماعتوں کو حکم دیا تھا۔ جہاں بھی ہوں تین چیزوں پر سختی سے عملدرآمد کریں:

۱......امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے ذریعے لوگوں کو گرویدہ بنانا۔ ۲......خلافت عثمانی کے عمال کے خلاف لوگوں کو بدظن کرنا۔ ۳......خلیفہ ثالث کی اقرباء پروری اور کنبہ نوازی کی داستان عام کرنا۔ (الکامل ابن اثیر جلد سوم ۱۰۴)

باغیوں نے حضرت عثمانؓ کے گھر کا محاصرہ کر لیا۔ ابتداء میں محاصرہ نرم تھا۔ حضرت عثمانؓ مسجد میں نماز کے لئے آتے جاتے اور مفسدین بھی آپ کی اقتداء میں نمازیں ادا کرتے۔ کم و بیش ایک ماہ تک محاصرہ جاری رہا۔ ابتداء حضرت مسجد میں تشریف لاتے۔ اب مسجد میں آنے جانے سے روک دیا گیا۔ ان کا اپنا امیر غافقی امامت کرنے لگا۔ (الکامل ابن اثیر ج۳۹ ص۳۵۴) امیر المومنین گھر میں محصور ہو کر رہ گئے۔ باغیوں نے گھر میں گھسنے کی کوشش کی۔ لیکن سینکڑوں جانثار گھر کے اردگرد پہرہ دیتے رہے جن میں اکابر صحابہ کرامؓ کے ساتھ حسنین کریمینؓ عبداللہ بن زبیرؓ عبداللہ بن عمرؓ بھی شامل تھے۔ انہوں نے باغیوں کو اندر آنے سے روکے رکھا۔ (کامل ابن اثیر جلد سوم ۱۷۳)

امیر المومنین کا باغیوں سے خطاب

جب باغیوں نے آپ کو گھر میں مقید کر دیا تو ایک دن اتمام حجت کے لئے باغیوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ میں تم سے پوچھتا ہوں۔ سچ بتاؤ کہ رسول اللہ a کے ارشاد پر میں نے بیر رومہ خرید کر کے مسلمانوں کے لئے وقف نہیں کیا تھا؟ سب نے کہا ہاں۔ مسجد نبوی تنگ تھی تو میں نے ملحقہ زمین خرید کر کے مسجد نبوی میں شامل نہیں کی تھی؟ سب نے کہا ہاں۔ جب جیش العسرۃ کی تیاری کے لئے رسول اللہ a نے امداد کی اپیل کی تھی تو میں نے مکمل تیاری کا بندوبست نہیں کیا تھا۔ کیا اس پر اظہار مسرت فرما کر رسول اللہ a نے مجھے جنت کی بشارت نہیں دی تھی۔ سب بیک زبان بولے۔ جی ہاں۔ ایک مرتبہ جب حراء پہاڑ پر حضور چڑھے۔ ابوبکر، اور میں تینوں کھڑے تھے اور پہاڑ لرزنے لگا تو حضور a نے فرمایا اے حراء ٹھہر۔ اس وقت تیری پشت ایک نبی ہے ایک صدیق اور ایک شہید۔ حضرت عثمانؓ نے زور دیکر پوچھا کہ لوگو بتلاؤ! کیا رسول اللہ a نے نہیں فرمایا تھا۔ سب نے بیک آواز کہا۔ ہاں بے شک! (موارد الظمان الی زوائد ص۵۳۶ تا ص۵۴۳) باغی اثبات میں جواب دینے کے بعد بھی اپنی ضد پر اڑے رہے۔ خلافت سے دستبردار ہو جائیں یا شہید ہونے کے لئے تیار۔ حضرت امیر المومنین نے والی مصر کے نام خط کے افسانے کی قسم کھا کر تردید فرمائی۔ آپ نے فرمایا میں نے اسلام سے پہلے بھی نہ کبھی شراب پی، نہ کبھی زنا کیا، اور نہ کسی کو قتل کیا۔ اگر تم نے مجھے قتل کر دیا تو کبھی پھر تم میں محبت نہ ہوگی۔ ہمیشہ آپس میں لڑتے جھگڑتے رہو گے اور تمہاری اجتماعیت ختم ہو جائے گی۔ (طبری ج۴، ۳۷۷) اب باغیوں نے محاصرہ اتنا سخت کر دیا کہ اندر سے کوئی آدمی باہر آ سکتا تھا اور نہ باہر سے کوئی اندر جا سکتا تھا۔ یہاں تک کا شانہ خلافت کا پانی بند کر دیا گیا۔ ام المومنین حضرت ام

جیبہؓ کو معلوم ہوا تو حضرت عثمانؓ کی مدد کے لئے روانہ ہوئیں۔ انہیں بھی نہ جانے دیا گیا۔ بلکہ ام المومنینؓ کے ساتھ گستاخی کے ساتھ پیش آئے۔ آپ کی سواری کو بھی زخمی کر کے گرا دیا۔ چند مخلص مومن جو موجود تھے۔ انہوں نے ام المومنینؓ کو نکالا۔ (طبری ص۳۸۶ ج۳) سیدنا علی المرتضیٰؓ طلب پر اندر جانے لگے تو انہیں بھی روک دیا گیا۔ جوں جوں وقت گزرتا جارہا تھا۔ رسول اللہ a کی پیشگوئیوں کے مطابق آپ کو اپنی شہادت کا یقین ہوتا جارہا تھا۔ چنانچہ آپ نے تیاری شروع کردی۔ واقعہ شہادت کے دن جمعہ کا روز تھا۔ آپ نے روزہ رکھا۔ اسی حالت میں غشی طاری ہوگئی۔ اس سے جب افاقہ ہوا تو فرمایا کہ میں نے نیم خوابی کے عالم میں حضور a اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کو دیکھا ہے۔ فرماتے ہیں کہ عثمانؓ! آج روزہ تم نے ہمارے ساتھ افطار کرنا ہے۔ روزہ کے علاوہ آپ نے بیس غلام آزاد کئے اور ایک پاجامہ جو آپ نے کبھی استعمال نہیں کیا تھا۔ زیب تن فرمایا۔

شہادت

باغی لوگ محمد بن ابوبکر کی قیادت میں مکان کے عقبی حصہ سے اندر داخل ہوئے۔ آپ کی اہلیہ محترمہ نائلہ آپ کے قریب بیٹھی تھیں اور حضرت عثمانؓ کے سامنے قرآن پاک کھلا ہوا تھا اور آپ اس کی تلاوت فرما رہے تھے کہ محمد بن ابوبکر نے آپ کی ریش مبارک سے پکڑا اور حد درجہ بدکلامی بھی کی۔ آپ نے فرمایا بھتیجے داڑھی چھوڑ دے۔ اگر تیرا باپ زندہ ہوتا تو وہ ہرگز اس کو پسند نہ کرتا۔ محمد بن ابوبکر نے کہا کہ میں اس سے زیادہ معاملہ آپ کے ساتھ کرنے والا ہوں یہ کہہ کر ہاتھ میں پکڑا ہوا خنجر آپ کی پیشانی میں پیوست کر دیا۔ پیشانی سے خون کا فوارہ پھوٹ پڑا۔ جس سے ریش مبارک تر اور آپ کی زبان مبارک سے نکلا ''بسم اللہ توکلت علی اللہ'' اور آپ بائیں کروٹ ہوگئے۔ سورہ بقرہ کی تلاوت فرما رہے ہیں۔ خون مبارک پیشانی سے نکل ریش مبارک پر آیا اور ٹپکنے لگا اور قرآن مجید پر بہنے لگا اور یہاں تک ''آیت فسیکفیکھم اللہ وھو السمیع العلیم '' پر پہنچ کر خون رک گیا۔ دریں اثناء کنانہ بن بشر بن عتاب نے لوہے کی ایک سلاخ زور سے ماری کہ امیر المومنین چکرا کر پہلو کے بل گر پڑے۔ اب سودان بن حمران نے تلوار کا وار کیا اور عمرو بن حمق نے سینے پر بیٹھ کر نیزے سے کئی حملے کئے۔ دنیا پر اچانک اندھیرا چھا گیا۔ حلم وحیاء، صدق وصفا کا پیکر پیوند خاک ہوگیا اور امیر المومنین کی روح مبارک قفس عنصری سے پرواز کرگئی۔ انا للہ و انا الیہ راجعون!

یہ حادثہ عصر و مغرب کے درمیان رونما ہوا۔ ذوالحج کی ۱۸ تاریخ تھی۔ ہر طرف خوف و ہراس کے بادل چھا گئے۔ لوگ گھروں میں محصور ہو کر رہ گئے۔ کسی کو باہر نکلنے کا حوصلہ نہ ہوا۔ تین دن تک آپ کا جسد مبارک بے گور و کفن پڑا رہا۔ (طبری ج۳ ص۴۱۲) تیسرے دن رات کی تاریکی میں آپ کی میت کو اٹھایا گیا۔ جنازہ میں چار آدمی تھے۔ حضرت جبیر بن مطعم، حکیم بن حزام، ابوجہم بن حذیفہ اور نیاز بن مکرم الاسلمی، حضرت جبیر بن مطعم نے نماز جنازہ پڑھائی اور آپ کو جنت البقیع میں سپرد خاک کر دیا گیا۔ حضرت عثمانؓ کی شہادت عالم اسلام کا ایک عظیم حادثہ تھی۔ صحابہ کرام میں صف ماتم بچھ گئی اور تمام صحابہ کرامؓ نے حضرت عثمانؓ کو خراج تحسین پیش کیا۔

نوٹ: یہ مضمون مولانا سعید احمد اکبر آبادیؒ کی کتاب عثمان ذوالنورینؓ سے تلخیص کیا گیا۔

ذوالشہادتین حضرت خزیمہؓ بن ثابت خطمی!

حافظ محمد انس!

سیدنا حضرت خزیمہؓ بن ثابت کا شمار آسمان ہدایت کے ان درخشندہ ستاروں میں ہوتا ہے۔ جن کی چمک دمک سے تاریخ اسلام کے اوراق ابد تک جگمگاتے رہیں گے اور تاریخ اسلام ایسے لوگوں پر ہمیشہ فخر کیا کرے گی۔ آپ کا تعلق قبیلہ اوس کی شاخ بنوخطمہ سے تھا۔ آپ کا نسب کچھ اس طرح ہے۔

خزیمہؓ بن ثابت بن فاکہ بن ثعلبہ بن ساعدہ بن عامر بن عیان بن عامر بن خطمہ ہے۔ والدہ کا نام کبشہ بنت اوس تھا۔ وہ خزرج کی شاخ بنو ساعدہ سے تعلق رکھتی تھیں۔ حضرت خزیمہؓ کی کنیت ابوعمارہ تھی اور لقب ذوالشہادتین تھا۔ جو ان کو بارگاہ نبوت a سے ملا تھا۔ حضرت خزیمہؓ کو اللہ رب العزت نے بے شمار خوبیوں کا مالک بنایا تھا۔ نیک، صالح اور سخاوت سے بھرپور طبیعت سے ہمکنار فرمایا تھا۔

سرکار دوعالم a کے مدینہ تشریف لانے سے پہلے حضرت مصعب بن عمیرؓ مدینہ کے لئے اول داعی حق بن کر تشریف لائے تو حضرت مصعب بن عمیرؓ کی شب وروز کی جدوجہد سے جہاں اور کئی لوگ مشرف با اسلام ہوئے وہاں قبیلہ اوس کے بھی کافی سارے لوگوں نے اسلام کو قبول کیا۔ ان میں حضرت خزیمہؓ بھی شامل تھے۔ اسلام لانے کے بعد ترویج اسلام کے لئے باقی صحابہ کرامؓ کی طرح آپ نے بہت ساری جدوجہد فرمائی۔

سرکار دوعالم a کے مدینہ تشریف لانے کے بعد حضرت خزیمہؓ نے آپ a کی ہمرکابی میں تقریباً تمام غزوات میں شرکت کی اور خوب جنگی جوہروں کا مظاہرہ کیا۔ کتب سیر میں سے ایک یا دو کتب میں یہ بات صراحت کے ساتھ ملتی ہے کہ آپ غزوہ بدر میں بھی شریک تھے۔

حضرت خزیمہؓ کی زندگی کا سب سے تابناک واقعہ جس میں آپ کا کوئی سہیم وشریک نہیں ہے وہ یہ کہ ایک مرتبہ سرکار دوعالم a نے ایک اعرابی سے گھوڑے کا سودا طے کیا۔ جب سودا مکمل طور پر طے پا گیا اس وقت آپ a کے پاس اس کی قیمت مکمل موجود نہ تھی۔ سرکار دوعالم a تیز تیز قدموں کے ساتھ آگے گھر تشریف لے جارہے تھے۔ تاکہ گھر سے اس کی قیمت لے کر مکمل ادائیگی کر کے یہ گھوڑا حاصل کر لیں۔ وہ اعرابی پیچھے آرہا تھا۔ اس کے اور سرکار دوعالم a کے درمیان کافی فاصلہ ہوگیا۔ اسی اثناء میں اور لوگ اس اعرابی سے مل گئے۔ انہوں نے گھوڑے کی قیمت زیادہ لگائی۔ ان کو یہ معلوم نہ تھا کہ رسول اللہ a یہ گھوڑا خرید چکے ہیں۔ چنانچہ اس اعرابی نے پیچھے سے رسول اللہ a کو آواز دی۔ آپ a ٹھہر گئے۔ جب وہ پہنچ گیا تو حضور a نے اس کی بات سنی۔ تو حضور a نے فرمایا کہ تیرا اور میرا تو سودا ہو چکا ہے۔ تو اب کیا بات کر رہا ہے؟ وہ اعرابی مکر گیا اور کہنے لگا کہ آپ a کے اور میرے درمیان جو سودا ہوا ہے اس پر آپ a کوئی گواہ لائیں۔ جس وقت یہ سودا طے پایا تھا اس وقت کوئی نہ تھا۔ اب کافی سارے لوگ جمع ہوگئے تھے۔ لوگوں نے کہا یہ رسول اللہ a ہیں۔ جھوٹ نہیں بولتے۔ وہ

نہ مانا۔ اتنی دیر میں حضرت خزیمہؓ تشریف لائے اور کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرے درمیان اور رسول اللہ a کے درمیان سودا طے پا چکا ہے اور تو یہ گھوڑا آپ a کو بیچ چکا ہے۔ رسول اللہ a نے فرمایا خزیمہ تم کس طرح گواہی دے رہے ہو۔ آپ تو اس وقت موجود نہ تھے۔ حضرت خزیمہؓ نے عرض کی بتصدیقك یارسول اللہ ! آپ a جو فرماتے ہیں سچ فرماتے ہیں۔ میں آپ a کے اس کہنے کی تصدیق کر رہا ہوں۔

قارئین کرام! حضرت خزیمہؓ کے مقدر پر قربان جائیں کہ اللہ نے نبوت کی گواہی کی توفیق سے سرفراز فرمایا۔ ذالك فضل اللہ یوتیہ من یشآء۔! رسول اللہ a نے آپ کا یہ جوش اخلاص دیکھ کر آپ a نے فرمایا کہ آج کے بعد خزیمہ جس کے موافق یا مخالف گواہی دیں گے تو اس کے حق میں اکیلے خزیمہؓ کی گواہی دو گواہوں کی طرح کافی ہے۔ اسی موقع پر آپ کو رسول اللہ a نے ''ذوالشہادتین'' کے لقب سے نوازا۔

قارئین کرام! حضرت خزیمہؓ بن ثابت بہت ہی زیادہ خوش قسمت انسان تھے۔ اندازہ کریں کہ ایک مرتبہ صحابہ کرام کی مجلس میں سرکار دوعالم a تشریف فرما تھے۔ حضرت خزیمہ تشریف لائے اور عرض کی یارسول اللہ a میں نے رات کو خواب میں دیکھا ہے کہ میں آپ a کی جبین کو چوم رہا ہوں۔ اسی وقت سرکار کائنات a نے اپنی جبین مبارک کو آگے کیا اور فرمایا کہ اپنے خواب کو حقیقت کر لو۔ حضرت خزیمہؓ نے سب کے سامنے دونوں جہانوں کے سردار کی جبین مبارک کو بوسہ دیا۔ قارئین کرام! اس وقت کیا عجیب منظر ہوگا۔ چشم فلک نے کیا منظر ملاحظہ کیا ہوگا۔ واقعی یہ اللہ کی دین ہے جس کے حصہ میں آئے۔ جس کا نصیب جاگے۔ زہے نصیب!

حضرت خزیمہؓ کی شہادت ۳۷ ہجری جنگ صفین میں شامیوں کے ساتھ لڑتے ہوئے ہوئی۔ آپ نے پسماندگان میں دو بیٹے اور ایک بیٹی چھوڑی۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ!

آؤ ...... جنت کی سیر کریں!

مولانا محمد طارق!

اللہ پاک نے جن وانس کو اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا اور ان میں سے جو اس میں کامیاب ہوگا اس کے لئے اللہ پاک نے اعزاز واکرام کا انتظام بھی کیا اور جو ناکام ہوا اس کے لئے بھی ایک ٹھکانہ بنادیا کامیابی حاصل کرنے والوں کے لئے جنت اور ناکام ہونے والوں کے لئے جہنم تیار کردی آیئے ذرا جنت کی سیر کرتے ہیں:

جنت کی بناوٹ

حضرت سیدنا ابوہریرہؓ کا بیان ہے کہ میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ a جنت کس چیز سے بنی ہے؟ اس کے جواب میں آپ a نے فرمایا کہ ایک اینٹ سونے کی ہے اور ایک اینٹ چاندی کی ہے اور اس کا مصالحہ (جس سے اینٹیں جوڑی گئی ہیں) تیز خوشبودار مشک سے ہے، اس کی کنکریاں موتی اور یاقوت ہیں اور اس کی مٹی زعفران ہے جو شخص جنت میں داخل ہوگا ہمیشہ نعمت میں رہے گا اور (کبھی کسی چیز کا محتاج نہیں ہوگا۔ ہمیشہ زندہ رہے گا اور موت نہیں آئے گی، نہ جنتیوں کے کپڑے بوسیدہ ہونگے نہ جوانی فنا ہوگی۔(ترمذی) حضرت سیدنا ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم a نے ارشاد فرمایا کہ جنت میں سو درجے ہیں سارے عالم اگر ان میں سے ایک میں جمع ہوجاویں تو سب سما جاویں۔(ترمذی) ایک مرتبہ امیر بصرہ حضرت سیدنا عتبہ بن غزوانؓ نے خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ بلاشبہ تم ایسے جہان کی طرف کوچ کرنے والے ہو جہاں سے اور کہیں نہیں جانا ہوگا۔ پھر فرمایا کہ ہم کو یہ بتایا گیا ہے کہ جنت کے کواڑوں میں سے دوکواڑوں کے درمیان چالیس سال کی مسافت کا فاصلہ ہے اور یہ یقینی بات ہے کہ ایک دن ایسا آئے گا کہ داخل ہونے والوں کی بھیڑ کے سبب اتنا بڑا دروازہ بھی تنگ پڑجائے گا۔

جنتیوں کے چہرے

حضرت سیدنا سہیل بن سعدؓ کا بیان ہے کہ رسول پاک a نے فرمایا ضرور بالضرور ایسا ہوگا کہ میری امت کے ستر ہزار یا (فرمایا) سات لاکھ افراد آپس میں ایک دوسرے کو پکڑے ہوئے جنت میں داخل ہوں گے۔ ان کی صف کا پہلا شخص داخل نہ ہوگا جب تک ان کا آخری شخص داخل نہ ہوجائے پھر فرمایا کہ ان کے چہرے اس طرح چمکتے ہوں گے جیسے چودھویں کا چاند ہوتا ہے۔(ترغیب)

جنت میں جنتیوں کا پہلا ناشتہ

حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول پاک a نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے روز زمین ایک روٹی بن جائے گی۔ جس کو (جبار وقہار) اپنے دست قدرت میں لے کر الٹے پلٹے گا۔ جیسے تم میں سے کوئی شخص سفر

میں روٹی کو الٹا پلٹتا ہے (الٹ پلٹ کر مستوی بنا کر) اللہ زمین کو اہل جنت کی اولین مہمانی قرار دے گا۔ آنحضرت a نے یہ فرمایا ہی تھا کہ ایک یہودی آ پہنچا اور کہنے لگا کہ اے ابوالقاسم! خدا آپ پر برکت نازل فرمائے کیا آپ کو یہ بتاؤں کہ قیامت کے دن اہل جنت کی پہلی مہمانی کس چیز سے ہوگی؟ آپ a نے فرمایا کہ ہاں بتادے۔ اس نے اسی طرح بتایا کہ جس طرح آپ a نے فرمایا تھا کہ زمین کی ایک روٹی بن جائے گی۔ جسے اہل جنت سب سے پہلے ناشتہ کی جگہ کھائیں گے۔ راوی کہتے ہیں کہ اس یہودی کی بات سن کر آپ a ہماری طرف دیکھ کر مسکرائے۔ اس کے بعد اس یہودی نے کہا کہ کیا آپ کو یہ بھی بتاؤں کہ اہل جنت کا سالن کیا ہوگا؟ آپ a نے فرمایا کہ وہ بھی بتادے۔ اس یہودی نے کہا کہ بیل ہوگا اور مچھلی ہوگی جس کی کلیجی کے زائد حصے سے ستر ہزار افراد کھائیں گے۔ (مسلم)

حضرت سیدنا ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ آپ a نے فرمایا کہ اہل جنت اجرد اور امرد ہوں گے۔ ان کی آنکھیں ایسی حسین ہوں گی کہ بغیر سرمہ لگائے ہی سرگیں (معلوم) ہوں گی۔ نہ ان کی جوانی فنا ہوگی۔ نہ کپڑے بوسیدہ ہوں گے۔ (ترمذی)

یاد رہے کہ اہل جنت کے جسم پر بال نہ ہوں گے۔ اس کے دو مطلب ہیں۔ ا...... سر کے بالوں کے علاوہ بال نہ ہوں گے۔ ۲...... جن مقامات کے بال دور کیے جاتے ہیں۔ وہ نہ ہوں گے۔ جبکہ سر کے بالوں میں وہ سونے کی کنگھیاں کریں گے۔ وہاں مردوں اور عورتوں کی داڑھی نہ ہوگی۔

حضرت سیدنا ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول پاک a نے ارشاد فرمایا کہ ایک خدائی منادی (جنتیوں) میں پکار کر اعلان کر دے گا کہ اے جنت والو تمہارے لئے یہ بات طے شدہ ہے کہ ہمیشہ تندرست رہو گے۔ کبھی بیمار نہ ہوگے اور یہ بھی طے شدہ بات ہے کہ ہمیشہ زندہ رہو گے۔ کبھی موت نہ آئے گی اور (یہ کہ) ہمیشہ جوان رہو گے۔ کبھی محتاج نہ ہوں گے۔ (مسلم)

حضرت سیدنا ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ آپ a نے ارشاد فرمایا کہ بلاشبہ جنت میں ایک درخت ہے جس کے سایہ میں بہترین تیز رفتار ہلکے پھلکے گھوڑے پر سوار ہوکر گزرنے والا سو برس تک چلتا رہے گا تو اس کے سایہ کو طے نہ کر سکے گا۔ (بخاری، مسلم) حضرت سیدنا ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ آپ a نے فرمایا جنت میں کوئی درخت ایسا نہیں جس کے تنے سونے کے نہ ہوں۔ (ترمذی)

حضرت جریر بن عبداللہؓ کا بیان ہے کہ میں حضرت سلمان فارسیؓ کے پاس گیا۔ انہوں نے سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے ایک بہت چھوٹا سا لکڑی کا ٹکڑا لیا جو ان کی انگلیوں کے بیچ میں ٹھیک طرح سے دکھائی بھی نہ دیتا تھا۔ اس کو ہاتھ میں لے کر فرمایا کہ اے جریر! اگر تم جنت میں اتنی سی لکڑی بھی تلاش کرو گے تو نہ پاؤ گے۔ میں نے عرض کیا نخل (کھجور کا درخت) اور شجر (درخت) کہاں جائیں گے (جن کا ذکر قرآن وحدیث میں آیا ہے) فرمایا کہ نخل وشجر وہاں ہوں گے۔ لیکن لکڑی کے نہ ہوں گے۔ ان کے تنے موتیوں کے اور سونے کے ہوں گے اور اوپر کھجوریں لگی ہوں گی۔ (بیہقی)

حضرت سیدنا عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا کہ جنت میں پھل کا درخت اللہ کے دوستوں (جنتیوں کے قریب خودآئے گا۔ چاہیں گے تو کھڑے ہو کے پھل توڑیں گے اور چاہیں گے تو بیٹھے ہی بیٹھے لے لیں گے۔ (معالم التنزیل)

حضرت سیدنا عبداللہ بن ابی الہذیلؓ کا بیان ہے کہ ہم حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے ساتھ ملک شام یا عمان میں تھے۔ آپس میں جنت کا ذکر ہونے لگا تو حضرت عبداللہؓ نے فرمایا کہ بلاشبہ جنت کے انگوروں میں سے ایک ایک انگور اتنا بڑا ہے کہ جتنا دور یہاں سے صنعاء شہر ہے۔ (ترغیب عن ابن ابی الدنیا)

حضرت سیدنا انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم a نے فرمایا بلاشبہ جنت میں لمبی لمبی گردنوں والے اونٹ کے برابر پرندے ہیں جو جنت کے درختوں پہ چلتے پھرتے ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ a وہ تو بڑی ہی اچھی زندگی میں ہیں۔ آپ a نے فرمایا ان کے کھانے والے ان سے بھی زیادہ بہترین زندگی میں ہوں گے۔ تین باریوں فرمایا۔ پھر حضرت ابوبکرؓ کو بشارت دیتے ہوئے ارشاد ہوا کہ میں امید کرتا ہوں کہ تم ان لوگوں میں سے ہوگے جو ان پرندوں سے کھائیں گے۔ (احمد)

حضرت سیدنا ابوامامہؓ نے فرمایا کہ جب کسی جنتی کو پرندہ کھانے کی اشتہا ہوگی تو خود بخود پرندہ اس کے سامنے آ کر گر جائے گا۔ جو پکا ہوا ہوگا اور اس کے ٹکڑے بنے ہوئے ہوں گے۔ ایک حدیث میں ہے کہ پرندہ جنتی کے دسترخوان پر خود بخود گر پڑے گا۔ جو بغیر آگ اور دھواں کے (بھنا اور پکا ہوا) ہوگا۔ جنتی اس میں اس قدر کھائے گا کہ اس کا پیٹ بھر جائے گا۔ بعد میں وہ پرندہ اڑ جائے گا۔ (ترغیب)

حضرت سیدنا جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ a نے فرمایا کہ بلاشبہ جنتی جنت میں کھائیں گے، پئیں گے اور نہ تھوکیں گے اور نہ پیشاب یا پاخانہ کریں گے۔ نہ ناک صاف کرنے کی ضرورت ہوگی۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا کہ کھانے کا کیا ہوگا؟ (یعنی جب پیشاب پاخانہ نہ ہوگا ہضم ہو کر فضلہ کیسے نکلے گا؟) آپ a نے ارشاد فرمایا کہ ڈکار آئے گا اور مشک کی طرح خوشبودار پسینہ آئے گا۔ اس ڈکار اور پسینہ سے پیٹ خالی ہو جائے گا۔ اللہ کی تسبیح اور تعریف اس طرح بے اختیار جاری ہوگی۔ جیسے تم کو بلااختیار سانس آتا ہے۔ (مسلم)

حضرت سیدنا بریدہؓ روایت فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کیا یارسول اللہ کیا جنت میں گھوڑے ہوں گے؟ آپ a نے فرمایا اگر خدا تعالیٰ نے تجھ کو جنت میں داخل فرمایا اور تو نے وہاں سرخ یاقوت کے گھوڑے پر سوار ہونے کی کوشش کی ایسا ہی کر دیا جائے گا۔ وہ گھوڑا تجھے لے کر جنت میں اڑے گا۔ جہاں تو جانا چاہے گا لے جائے گا۔ پھر ایک شخص نے پوچھا یارسول اللہ a جنت میں اونٹ بھی ہوں گے؟ آپ a نے اس شخص کو جواب نہیں دیا جو پہلے سائل کو دیا تھا۔ بلکہ یہ فرمایا کہ اگر خدا تعالیٰ نے تجھ کو بہشت میں داخل فرمادیا تو تجھ کو ہر وہ چیز ملے گی جس کو تیرا دل چاہے گا اور جس سے تیری آنکھوں کو لذت حاصل ہوگی۔ (ترمذی)

حضرت سیدنا ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم a نے ارشاد فرمایا کہ مومن کا زیور وہاں تک پہنچے گا۔ جہاں تک وضو کا پانی پہنچتا ہے۔ (مسلم)

حضرت سیدنا سعد بن ابی وقاصؓ سے روایت ہے کہ آپ a نے ارشاد فرمایا کہ جنت میں جو کچھ ہے۔

اس میں سے اگر اتنی سی مقدار اس دنیا میں ظاہر ہو جائے جس کو ایک ناخن اٹھالے تو اس کی وجہ سے آسمان اور زمین کے درمیان جو کچھ ہے پر رونق ہو جائے گا اور اگر اہل جنت میں سے ایک مرد (دنیا کی طرف) جھانک لیوے جس کی وجہ سے اس کے کنگن ظاہر ہو جائیں تو سورج کی روشنی کو اس طرح بے نور کر دیوے۔ جیسے سورج ستاروں کی روشنی کو بے نور کر دیتا ہے۔(ترمذی)

حضرت سیدنا انسؓ سے روایت ہے کہ سرکار دو عالم a نے ارشاد فرمایا کہ ایک صبح یا شام کا اللہ کے راستے میں نکل جانا۔ ساری دنیا سے اور جو کچھ دنیا میں ہے۔ اس سب سے بہتر ہے اور اگر جنت کی عورتوں میں سے کوئی زمین کی طرف جھانک لیوے تو آسمان و زمین کے درمیان جو کچھ ہے اس کو روشن کر دیوے اور خوشبو سے بھر دیوے۔ پھر فرمایا کہ اس کے سر کا دوپٹہ ساری دنیا سے اور دنیا میں جو کچھ ہے اس سب سے بہتر ہے۔(بخاری)

عقیدت کے پھول!

ماہر القادری!

رسول مجتبیٰ کہیے، محمدؐ مصطفےٰ کہیے
خدا کے بعد بس وہ ہیں پھر اس کے بعد کیا کہیے

شریعت کا ہے یہ اصرار ختم الانبیاء کہیے
محبت کا تقاضا ہے کہ محبوبؐ خدا کہیے

جبین و رخ محمدؐ کے تجلی ہیں تجلی ہیں
کے شمس الضحیٰ کہیے کے بدرالدجیٰ کہیے

جب ان کا ذکر ہو دنیا سراپا گوش بن جائے
جب ان کا نام آئے مرحبا صل علیٰ کہیے

غبار راہ طیبہ سرمۂ چشم بصیرت ہے
یہی وہ خاک ہے جس خاک کو خاک شفا کہیے

صداقت پر بنا رکھی گئی ہے دین فطرت کی
اسی تعبیر کو انسانیت کا ارتقا کہیے

مرے سرکارؐ کے نقشِ قدم شمع ہدایت ہیں
یہ وہ منزل ہے جس کو مغفرت کا راستا کہیے

محمدؐ کی نبوت دائرہ ہے جلوۂ حق کا
اسی کو ابتدا کہیے اسی کو انتہا کہیے

مدینہ یاد آتا ہے تو پھر آنسو نہیں رکتے
مری آنکھوں کو ماہر چشمۂ آب بقا کہیے

(المرسل: میاں محمد معصوم قصور)

''واقعہ کربلا اور اس کا پس منظر'' ...... کا تجزیہ!

یہ کتاب یزیدیت کی پنیری کا نیا گملہ ہے

مولانا عبداللہ عباس ندوی!

(لکھنؤ میں مولانا محمد منظور نعمانیؒ کے صاحبزادہ نے ''واقعہ کربلا اور کا پس منظر'' لکھی۔ اس پر مولانا ابوالحسن علی ندویؒ کے حلقہ کے ایک صاحب نے تبصرہ لکھا۔ جو ریکارڈ میں محفوظ کرنے کے لئے پیش خدمت ہے۔ یہ دارالعلوم ندوہ کے پندرہ روزہ تعمیر حیات لکھنؤ ۱۰؍مارچ ۱۹۹۲ء سے ماخوذ ہے۔ ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں۔ ادارہ!)

زیر تبصرہ کتاب کے مصنف مولانا عتیق الرحمن سنبھلی نے آج سے ۳۷ سال پہلے ایک طویل مضمون اس عنوان پر لکھا تھا جس میں مزید اضافوں کے ساتھ اس کو کتابی شکل دی ہے ''تعمیر حیات'' میں یہ کتاب برائے تبصرہ آئی ہے۔ اس لئے اس کا مختصرہ جائزہ پیش کیا جارہا ہے۔

اس ۲۶۴ صفحات پر مشتمل کتاب کا مفروضہ تحقیقی نتیجہ بحث (Hypothesis) یہ ہے کہ یزید ایک مسلمان، خداترس، پاک سیرت' خلیفہ برحق تھا۔ جس کی ولی عہدی عین کتاب وسنت کے مطابق اور اسلامی مقاصد کے لئے عمل میں آئی تھی اور اس کے مقابلہ میں حضرت حسینؓ ایک ناعاقب اندیش، شہنشاہیت کے طالب، بلاوجہ اپنی جان گنوانے والے شخص تھے۔ (معاذ اللہ)

نتیجہ بحث اگرچہ محمود عباسی کا اور اس کتاب کا ایک ہی ہے۔ لیکن عباسی کے لہجہ و بیان میں جو بے حیائی اور بے باکی ہے۔ اس سے یہ کتاب پاک ہے۔ اول الذکر کا طرز بیان مجادلانہ تھا۔ اس کا عالمانہ ہے۔ لیکن (Thesis) دونوں کا ایک ہی ہے۔

تحقیق کی ٹیکنک یہ ہے کہ تاریخ کی کتابوں میں (ابن کثیر' ابن اثیر' طبری) میں جو واقعات مصنف کے مفروضہ عقیدہ کو تقویت پہنچاتے ہیں۔ ان کو بغیر کسی جرح کے ایک تسلیم شدہ حقیقت کی طرح قبول کیا ہے اور جہاں ان کے رجحان کے خلاف بات ملی اس کو یا تو استغفراللہ' نعوذ باللہ کہہ کر قصہ مختصر کر دیا، یا اس کے راویوں پر جرح کی اور شخص متعلق کے دوسرے اعمال حسنہ کو گواہ بنا کر اس کے خلاف شہادت کو خلاف عقل قرار دیا اور اگر اس سے بھی کام نہ چلا تو اس کو رافضیت وشیعت کے خانہ میں ڈال دیا۔

تحقیق کا یہ راستہ بہت ہموار اور آسان اور ''نئے مطالعہ کی روشنی'' کا دعویٰ ثابت کرنے کے لئے کافی ہے۔ فاضل مصنف نے کربلا کی ایک روایت کو اپنی تحقیق کا شاہکار سمجھ کر اپنی کتاب میں متعدد جگہ دہرایا ہے اور ایک تسلیم شدہ حقیقت کی طرح پیش کیا ہے۔ اس لئے سب سے پہلے ہم اسی پر ایک نظر ڈالتے ہیں۔ چونکہ مصنف نے بھی آغاز کلام اسی سے کیا ہے اور شاید یہی نئے مطالعہ کی وہ روشنی ہے جو ان کو نظر آ گئی ہے۔

ہاتھ میں ہاتھ دینے کا مفہوم

مصنف لکھتے ہیں حضرت امام حسینؓ نے یہ آمادگی ظاہر کی تھی کہ:''(واما) ان اضع یدی فی ید یزید بن معاویۃ فیری فیما بینی و بینہ رایہ ''اس عبارت کا واضح مفہوم یہ ہے کہ یا تو مجھے چھوڑ دو میں خود یزید بن معاویہ سے جا کر صلح جو انداز میں بات کرلوں۔ پھر وہ میرے حق میں اپنی رائے دے۔

''وضع الیدفی الید 'دست در دست دادن' 'فارسی کا محاورہ ممکن ہے جس کے معنی بیعت کرنے اور سپرد کرنے کے ہوں تو بعید' نہیں ہے عربی میں کہیں کسی لغت یا کسی استعمال میں یہ محاورہ نہیں ہے۔ یہ بات پورے اعتماد کے ساتھ کہی جاسکتی ہے کہ جہاں مبایعت کا ذکر ہے۔ وہاں بایع' یا عنا' لیبایع ہی آیا ہے اور ہاتھ پر ہاتھ رکھنے کا تذکرہ بھی کہیں کہیں اس کے بعد آتا ہے۔ وہ بھی ہر جگہ نہیں کنایہ بھی نہیں ہے۔ اگر کنایہ ہے تو دوستی کرنے' مساویانہ انداز میں گفتگو کرنے کا مفہوم رکھتا ہے۔ مصنف اور مصنف کے جتنے ہم نوا اور ہم خیال ہیں۔ وہ ایک مثال بھی تلاش کر کے کلام عرب سے پیش کریں کہ''وضع الیدفی الید ''کسی نحوی ترکیب سے بغیر ذکر مبایعت اس مفہوم میں بولا گیا ہو۔ ہاں! فارسی میں یہ محاورہ ہوسکتا ہے جس کا مفہوم بیعت ہو تو تعجب نہیں۔ چنانچہ حضرت خواجہ معین الدین اجمیری قدس سرہ کی طرف منسوب شعر اسی بیعت کے مفہوم میں ہے:

سرداد و نداد دست در دست یزید حقا کہ بنائے لاالہ است حسین

اس میں بھی''سرداد ''کا قرینہ مفہوم کا تعین کر رہا ہے۔

مصنف نے جس شد ومد سے مکرر سہ مکرر اس جملہ کو دہرایا ہے کہ ان کے لئے اس تسامح کا اعتراف دشوار ہوگا۔ لیکن ان کے غور کرنے کے لئے ایک گوشہ اور ہے۔ اگر بفرض محال ان کے سمجھتے ہوئے مفہوم کو مان لیا جائے کہ یہ کنایہ بیعت سے ہے تو پھر''فیری فیما بینی وبینہ رایہ ''کا کیا موقع رہ جاتا ہے اور کیا اس سے آپ کے فرض کردہ مفہوم کی تردید نہیں ہوتی؟ یعنی جب بیعت کر ہی لو تو پھر وہ دیکھے میرے اور اس کے درمیان اس کی کیا رائے ہوتی ہے کا سوال کہاں باقی رہ جاتا ہے؟۔

روایات کا تضاد اور اس کا سبب

مصنف کے قائم کردہ مقدمات میں سب سے پہلے یہ بات نظر آتی ہے کہ وہ کہتے ہیں:''چنانچہ اس واقعہ (واقعہ کربلا) اور اس کے پس منظر کے واقعات کے سلسلہ میں جہاں بظاہر صحیح اور قابل قبول روایات موجود ہیں وہیں نہایت منکر اور ناقابل قبول روایات کا بھی ڈھیر لگ گیا ہے۔''

''صحیح اور قابل قبول'' جو بظاہر ہیں وہ کیا درحقیقت بھی صحیح ہیں اور آپ کو جو منکر اور ناقابل قبول روایات نظر آتی ہیں وہ کیا واقعی منکر ہیں۔ اس کا فیصلہ تو لکھنے والے کا پہلے سے قائم کیا ہوا نظریہ یا رجحان ہی کرسکتا ہے۔ آپ جس کو جھوٹ، من گھڑت، کہہ رہے ہیں۔ اس کے جھوٹے اور من گھڑت ہونے کی کیا دلیل ہے۔ یہی نا کہ وہ آپ کے مفروضہ کے خلاف ہے۔ کیا اسی کا نام'' نئے مطالعہ کی روشنی'' ہے۔ اگر یہ اصول تسلیم کرلیا جائے تو بدنام سلمان رشدی بھی یہی کہتا ہے کہ:''خیالات واوہام نے تقدس کا جال بنا ہے۔''

درحقیقت مصنف کو جو الجھن پیش آئی ہے اس کے دو اسباب ہیں

ایک یہ کہ انہوں نے اس حقیقت کو نظرانداز کردیا کہ تاریخ کا کوئی حادثہ یا واقعہ ماضی سے جدا کر کے ایک اکائی کی شکل میں نہیں دیکھا جاسکتا۔ کربلا کا واقعہ بنوامیہ اور بنو ہاشم کی دیرینہ عداوتوں کا ایک منطقی نتیجہ (Quence Cose) تھا وہ عداوتیں جو ظہور اسلام کے بعد بہت طاقتور شکل میں ابھر کر سامنے آئیں اور رسول اللہ a کے ۲۳ رسالہ عرصہ نبوت میں ۲۱ رسال تک بلکہ ساڑھے ۲۱ رسال تک شدومد سے قائم رہیں۔ غزوہ بدر میں مسلمان فوج کی کامرانی نے جس طبقہ کو سب سے زیادہ برافروختہ کیا۔ اس کے سربراہ ابوسفیان تھے۔ اسی طرح غزوہ احد میں ان کا اوران کی اہلیہ جگرخوار حمزہؓ ہندہ کا کردار یہ سب وہ باتیں ہیں جن میں مورخین کا کوئی اختلاف نہیں ہے۔ صحاح کی مستندروایات سے ثابت ہے کہ ہندہ نے بیعت کے الفاظ دہراتے ہوئے بھی اپنے اندرونی کرب وغم اورغیظ وغضب کا اظہار کیا تھا۔

حضرت ابوسفیانؓ نے احتجاج کیا تھا کہ اب وہ دن آگیا ہے کہ یہ پسماندہ ہم اشراف پر فوقیت دیئے جاتے ہیں۔ رسول اللہ a کی وفات کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ کے خلاف حضرت علیؓ کو اکسانے کی کوشش بھی ان سے ثابت ہے۔

اسلام کے پورے طور پر فاتح ہوجانے کے بعد جب مقاومت کی تمام راہیں مسدود ہوگئی تھیں۔ اس عرصہ مختصر میں اس گروہ کی طرف سے کسی واضح دشمنی کا ثبوت تاریخ میں نہیں ملتا۔ مگر جس طرح صلیبیوں کے دل میں صلیبی جنگوں میں شکست کا غم وغصہ آج تک موجود ہے۔ اسی طرح اس گروہ میں بدر کے انتقام کا جذبہ سینہ کے اندر بھڑکتی ہوئی آگ کی طرح جوش مارتا رہا۔ حضرت عثمان غنیؓ کی خلافت نے البتہ اسلام کی طرف سے ان کے عناد کو ختم کیا۔ مگر رسول اللہ a کی ذات سے ان کا دل صاف نہیں ہوا۔ احمد امین نے فجر الاسلام اوراس کے مقدمہ میں طٰہٰ حسین نے اس کی نشاندہی کی ہے۔ ممکن ہے یہ تجزیہ غلط ہو۔ مگر یہ غلط نہیں ہے کہ حرہ اور کربلاء کے واقعات کو ان خلفیات سے جدا کر کے نہیں دیکھا جاسکتا۔ لہٰذا ریسرچ کا نقشہ عمل (synopsis) یہ ہونا چاہئے تھا کہ پہلے ایک عمومی جائزہ اس وقت کی عقلیت کا لیا جاتا اور نفسیاتی تجزیہ کیا جاتا کہ یہ کشمکش کہاں سے شروع ہوئی اور کس طرح درجہ بدرجہ بڑھی اور کیونکر کم ہوئی اور پھر کس طرح اور کن عوامل کے ماتحت ابھری۔ اس حادثہ کا سرا حضرت عثمان غنیؓ کی شہادت کے بعد سے نہیں۔ غزوہ بدر کے واقعات سے مربوط کیا جائے تو تاریخی احداث کی کڑیاں ایک دوسرے سے زیادہ پیوستہ نظر آئیں گی۔

واقعات جو تاریخ کی کتابوں میں متضاد و متناقض ہیں۔ اس کا سبب کوئی معمہ نہیں ہے جو سمجھ میں نہ آسکے۔ خلافت راشدہ کے بعد ''ملکیت عضوض'' کا دور شروع ہوا تو قدرتاً دو گروہ ہوگئے۔ ایک وہ جس کو حکومت وقت سے وابستگی تھی۔ خواہ جان بچانے کی خاطر یا طمع کی وجہ سے یا مسلمانوں میں آپس کی خانہ جنگی سے نجات حاصل کرنے کی خاطر وہ سمجھتا تھا کہ مناسب یہی ہے کہ جس کا غلبہ ہے اس کی تائید کی جائے۔ دوسرا طبقہ وہ تھا جو اصل دین کی پامالی پر

رنجیدہ تھا۔ اسلامی روح جو آنحضرت a کی تعلیمات سے پیدا ہوئی تھی۔ اس کا گلا گھونٹا جارہا تھا۔ نبیذ کے پردے میں شراب عام تھی (اس وقت کے شعرا ابونواس اور بشار بن برد کے کلام سے اس وقت کا معاشرہ دیکھا جاسکتا ہے) جواری وقینات کی اتنی کثرت تھی کہ ابوالفراج الاصبہانی نے اغانی میں ۱۸ ہزار دھنیں اور لاتعداد فواحش منکرات کے قصے قلمبند کردیئے ہیں۔ جن کی پرورش دربار شاہی سے ہوتی تھی۔ عدلیہ کا یہ حال تھا کہ حاکم وقت کے دیوان عام میں ایک چمڑے کا ٹکڑا (نطع) بچھا رہتا تھا اور بغیر کسی دلیل و بحث اور بغیر کسی الزام کے جس کو چاہا اس پر کھڑا کردیا اور جلاد نے اس کی گردن اتار دی۔ شاہانہ ٹھاٹھ باٹھ کسی طرح بھی کسریٰ کے درباروں سے کم نہ تھا۔ لہٰذا وہ لوگ جو حضرت عمر فاروقؓ کا زمانہ ان کے زہد وورع اور احتیاط کی باتیں جانتے تھے اور دوسرے خلفاء راشدین کے ورع و احتیاط کو دیکھے ہوئے یا سنے ہوئے تھے۔ وہ اس فسق وفجور کی گرم بازاری سے نالاں تھے۔ ان لوگوں میں اسلام سے وابستگی کا جذبہ بھی تھا اور رسول اللہ a سے بے پناہ عقیدت محبت بھی تھی۔

وہ آنحضرت a سے نسبت رکھنے والی ہر شے کو عزیز رکھتے تھے۔ آپ a کے خانوادے کی، انصار مدینہ کی کسمپرسی دیکھ رہے تھے کہ ان کا حال ایسا ہوگیا ہے جیسے وہ مفتوح قوم کے افراد ہوں۔ جن سے فاتح قوم انتقام لینے پر تلی ہوئی ہے۔ یہ لوگ ان پر ترس بھی کھاتے تھے اور ان کی بلند سیرت اور اعلیٰ کردار کے چشم دید گواہ تھے۔ مگر خروج کی عزیمت اپنے اندر نہیں پاتے تھے اور ان کا حال کم وبیش وہ تھا جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اس ہمدرد کا حال تھا جو اپنا ایمان پوشیدہ رکھے ہوئے تھا اور وقت آنے پر کلمہ حق ادا کرنے سے اس نے دریغ نہیں کیا۔

’’فقال رجل مؤمن من آل فرعون یکتم ایمانہ اتقتلون رجلا ان یقول ربی اللّٰہ‘‘ اور فرعون کے لوگوں میں سے ایک مومن شخص جو ایمان کو پوشیدہ رکھتا تھا کہنے لگا کہ تم اس شخص کو قتل کرنا چاہتے ہو جو کہتا ہے میرا پروردگار اللہ ہے۔

ایسے حضرات کی روایات بھی تاریخ میں ملتی ہیں۔ وہ دور کیلنڈر اور جنتری سے تاریخ ضبط کرنے کا نہیں تھا۔ واقعات پیدائش‘ حوادث کا حوالہ کبھی موسموں سے دیا جاتا اور کبھی کسی بڑے حادثہ کی نسبت سے بتایا جاتا۔ واقعات قلمبند کرنے کا کوئی بڑا رواج نہیں تھا۔ تیسری صدی ہجری میں جب گزشتہ ڈیڑھ سو برس کی روایتیں ایک دوسرے سے سن کر تدوینی دور میں پہنچیں تو ان کے اندر جتنا بھی تضاد ہو کم ہے اور ان قصوں کے راوی دونوں طرح کے لوگ‘ حکومت کے ہوا خواہ بھی اور اس کے بدخواہ بھی۔ اس طرح تاریخ کی کتابیں ایک طرح کا سٹور بن گئیں جن میں دونوں طرح کی روایتیں موجود ہیں۔ روایات کی تنقیح کا دارومدار ان اقتباسات سے فائدہ اٹھانے والے کے ذوق ورجحان پر رہ گیا۔ صحیح اور منکر روایات کا تعین بعد میں آنے والا کاتب اپنے عقیدہ کے مطابق ہی کرسکتا ہے۔

ان قصوں کو آپس میں ایک دوسرے سے مربوط کرکے دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ حکومت وقت کا ساتھ دینے والوں کو اپنی بات مشہور کرنے کا زیادہ موقع تھا۔ ان پر پابندی نہیں ہوتی۔ بلکہ ان کی ہمت افزائی ہوتی ہے۔ وہ رائی کا پہاڑ بنا سکتے ہیں اور پہاڑ کو رائی بنا سکتے ہیں اور جو لوگ ڈرے سہمے ’’یکتم ایمانہ‘‘ کی حیثیت والے ہیں وہ اپنی نسل کو صحیح حالات سے باخبر کرنے کے لئے اپنی معلومات ان تک منتقل کراتے ہیں اور ان کے اندر بھی بھی

تناقض پایا جاتا ہے کہ وہ سب مشورہ کر کے ایک رپورٹ تو تیار نہیں کرتے تھے۔ مختلف مقامات کے لوگ جن کے درمیان مسافات طویل تھیں۔

حکومت وقت کے خلاف زبان کھولنا آسان کیا اپنی موت کو دعوت دینا ہوتا ہے۔ وہ دور جس میں کربلا کا واقعہ پیش آیا ایک شخصی حکومت کا تھا۔ حاکم وقت کے دولبوں کے درمیان سارا قانون (بین الشفتین) تھا آج دیکھا جاسکتا ہے کہ جو شخص حکومت وقت کی مسلمہ سیاست کے خلاف آواز بلند کرتا ہے۔ اس کو کسی بہانہ سے گرفتار کرلیا جاتا ہے۔ سزا دی جاتی ہے اور اس ڈر سے لوگ برملا حکومت کے خلاف زبان نہیں کھولتے۔ حالانکہ چشم زدن میں اس کی گردن نہیں اڑادی جاتی۔ اس کو دیواروں میں زندہ نہیں چن دیا جاتا۔ لیکن جب خوف وہراس کا اس دور میں یہ حال ہے تو جب یہ سب کچھ ہوتا تھا اس وقت کتنے ایسے دل گردہ والے ہوں گے جو اپنے مشاہدات وتجربات کا ریکارڈ رکھ سکتے تھے۔ لہٰذا قدرتاً سرکاری اعلامیے کو وزنی ثابت کرنے اور افراد کی روایات کو مجروح کرنے کے اسباب موجود ہیں۔ اموی حکومت اور اس کے بعد عباسی عہد کے ابتدائی دو سال ایسے گزرے ہیں۔ جبکہ تمام خلفائے بنی عباس ناصبی عقیدہ رکھتے تھے۔ اس کا ایک نمونہ حضرت امام نسائیؒ کے ساتھ مسجد اموی میں جو برتاؤ کیا گیا اور جس کا تذکرہ تمام سیر وسوانح کی کتابوں میں موجود ہے کہ ان سے برسر منبر حضرت معاویہؓ کے مناقب دریافت کئے گئے۔ انہوں نے ایک حدیث سنائی جس میں ان شامیوں کو حضرت معاویہؓ کی توہین معلوم ہوئی۔ انہوں نے منبر سے گھسیٹ کر اتارا، اور ان کے خصیوں پر لاتیں مارتے ہوئے باہر لائے اور اسی میں ان کی شہادت واقع ہوئی۔ اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ اس دور میں کلمہ حق کہنا کس کے بس میں تھا۔ واضح رہے کہ امام نسائیؒ وہ ہیں جن کی سنن' صحاح ستہ میں شمار ہوتی ہے اور وہ شیعہ یا رافضی نہیں تھے بلکہ اہل سنت کے آئمہ میں تھے۔

تشیع کا الزام

طبری کے بارہ میں ابن کثیر نے لکھا کہ ''کان یتشیع لعلیؓ '' اور اس سے یہ سمجھ لیا گیا کہ وہ لکھنؤ کے تبرائی شیعوں کی طرح عقیدہ بداء کے قائل' تحریف قرآن اور افک ام المؤمنین کو صحیح ماننے والا شخص تھا اور اس طرح جن لوگوں کے بارے میں یہ لفظ مؤرخین اور سیرت نگاروں نے استعمال کیا ہے۔ ان سب کو ساقط الاعتبار قرار دے کر ان کی روایات کو یکسر نظرانداز کردیا جاتا ہے۔ حالانکہ یہ محض سیاسی اصطلاح تھی۔ جو لوگ بنوامیہ کے مخالف تھے اور خانوادۂ رسول اللہ a سے عقیدت رکھتے تھے۔ ان کے لئے یہ لفظ رجال کی کتابوں میں بکثرت ملتا ہے۔ علامہ ابو زہرہ نے آئمہ مذاہب اربعہ، حضرت امام ابوحنیفہؒ، امام شافعیؒ، امام احمد بن حنبلؒ اور امام مالکؒ کی علیحدہ علیحدہ سیرت وسوانح عصر حاضر کے تحقیقی انداز میں لکھی ہیں۔ اس میں سوائے امام مالکؒ کے تینوں بزرگوں کے بارے میں لکھا ہے کہ ان کے اندر شیعیت تھی۔ خاص طور پر امام ابوحنیفہؒ کی شیعیت تو اس درجہ دکھائی ہے کہ جب حضرت زید بن علیؓ نے ہشام بن عبدالملک کے خلاف خروج کیا تو امام اعظمؒ سے دریافت کیا گیا کہ آیا یہ جہاد ہے؟ تو انہوں نے فرمایا: ''خروجه يضاهي خروج رسول الله a يوم بدر ۰ وامدّ جنده بالمال ولكنه كان ضعيف الشقة في انصاره ولذاقال في الاعتذار عن حمل السيف معه ''

زید بن علی رضی ؒ کا خروج رسول اللہ a کے بدر کے خروج کے مثل ہے انہوں (امام ابو حنیفہؒ) نے فوج کی مال سے مدد کی۔ لیکن ان کو انصار زیدؒ پر بھروسہ کم تھا اس لئے ان کے ساتھ تلوار اٹھانے سے معذرت کر لی تھی۔ (ابو حنیفہ حیاۃ وعصرہ، لابی زہرہ ص ۱۶۳ دار الفکر العربی قاہرہ)

حضرت زید بن علیؒ کا خروج دراصل حضرت حسینؓ کے خروج علی یزید کا اتباع تھا۔ اس لئے دلالۃ النص سے سمجھا جا سکتا ہے کہ ان کے نزدیک حضرت سیدنا امام حسینؓ کے خروج کی کیا حیثیت ہو گی۔

امام شافعیؒ کے بارے میں "فیہ نزعتہ شیعیتہ" کا اظہار ان کے استاد حضرت امام مالکؒ کی مجلس میں کہا گیا۔ مگر وہ اپنے موقف سے نہیں ٹلے اور پوری جرأت ایمانی کے ساتھ یہ شعر کہا:

فان کان رفضا حب آل محمد   فلیشھد الثقلان انی رافضی

"اگر آل محمد a کی محبت ہی رفض ہے تو جن وانس گواہ رہیں کہ میں رافضی ہوں۔"

(تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو "الشافعی حیاۃ وعصرہ" ص ۱۴۴)

لوگوں کو امام احمد بن حنبلؒ کے عقائد میں بھی شیعیت جھلکتی ہوئی دکھائی۔ علی بن ابی طالبؓ کی خلافت راشدہ کے بارے میں اگر کسی نے تردد کا اظہار کیا تو ان کو غصہ آ جایا کرتا تھا اور بقول ابو زہرہؒ وہ فرماتے تھے: "من لم یثبت الا مامۃ لعلیؓ فھو اضل من حمار" جو حضرت علیؓ کی خلافت کا قائل نہیں ہے وہ گدھے سے زیادہ گمراہ ہے۔

اور ان کا یہ بھی قول تواتر سے منقول ہے کہ: "الخلافۃ لم تزین علیاً بل علیؓ زینھا" خلافت نے علیؓ کو شرف نہیں بخشا بلکہ علیؓ نے خلافت کو عزت دی۔ اور فرماتے تھے: " علی بن ابی طالب من اھل بیت لا یقاس بھم احد " علی ابن ابی طالبؓ اہل بیت (رسول اللہ) ہی ہیں ان پر کسی کو قیاس نہیں کیا جا سکتا۔ نیز فرمایا: "مالا حد من الصحابۃ من الفضائل بالا سانید الصحاح مثل مالعلیؓ" یعنی صحیح حدیثوں میں علیؓ کے جتنے فضائل ہیں وہ کسی کے بھی نہیں ہیں۔

اسی طرح بخاری کے رواۃ اور "تقتلہ الفئۃ الباغیۃ" کے راویوں کے اندر بھی شیعیت کا سراغ لگایا گیا ہے۔ حالانکہ ان میں سے کوئی ایسا نہیں تھا جس کو خلافت راشدہ کی اس ترتیب پر اعتراض ہو جو پیش آئی۔ حضرت صدیق اکبرؓ، فاروق اعظمؓ، عثمان غنیؓ اور علی مرتضیٰؓ ہر ایک کو اپنی جگہ پر خلیفہ راشد اور اپنے اپنے وقت میں ہر ایک دوسروں کے مقابلہ میں اشرف وافضل سمجھتے تھے۔ لیکن اس کے باوجود محض اہل بیت نبوی سے عقیدت ومحبت کی بناء پر ان کو شیعیت سے قریب بتایا گیا۔ لہٰذا ابن کثیرؒ نے اگر طبری کے بارے میں تشیع کا الزام لگایا رواۃ الاحادیث کے بارے میں کسی کو شیعہ کہہ دیا گیا تو اس کے ہرگز معنی نہیں کہ وہ امامیہ یا زیدیہ قسم کے شیعہ تھے اور ان کی روایتیں ناقابل اعتبار ہیں۔

خلاصہ یہ کہ مصنف نے کربلا کا واقعہ بیان کرنے اور اس کے پس منظر کو واضح کرنے میں جن روایات کو منکر اور گمراہ کن کہا ہے۔ ان کے منکر اور گمراہ کن ہونے کا سبب یہ کافی نہیں ہے یا صرف اس لئے کہ وہ مصنف کے

لئے العیاذ باللہ واستغفر اللہ کے ضمن کی چیز ہے۔

حضرت مغیرہ بن شعبہؓ کی صفائی اور ان کا دفاع صحابہؓ سے خوش عقیدگی کا تقاضا ہے۔ مصنف نے ان کو گورنری کے طمع سے بری قرار دیا ہے۔ یہ اچھی بات ہے۔ مگر اس حسن ظن کے اور لوگ بھی تو مستحق تھے۔ خاندان نبوت کے چشم و چراغ اور پروردہ آغوش علیؓ و فاطمہؓ کی طرف سے اسی طرح کا دفاع کیوں نہیں کیا جاتا؟۔ جبکہ دوسروں کا دفاع کرنے کی بنیاد معروضی نہیں خوش گمانی پر قائم ہے۔ لیکن حضرت حسینؓ کے سلسلہ میں صرف اموی عہد کی ان ظالمانہ اور مجرمانہ سرکاری رپورٹوں کی بنیاد بنا کر تحقیق کی عمارت کھڑی کی گئی اور سرکاری سطح کی تیار کردہ عوام پسند فقروں سے مرتب کی ہوئی تقریروں کو جو حضرت معاویہؓ اور یزید کی طرف منسوب ہیں۔ ان کو عقیدت کے چوکھٹوں میں سجا کر پیش کیا جاتا ہے۔

مصنف نے یزید کے اشعار اور اس دور کے نظم و نثر کے مجموعوں کو ناقابل التفات سمجھا ہے جو اس عہد کی ایسی تصویریں ہیں جو جانبداری کے رنگ و بو سے دور ہیں۔ اسی طرح عصر حاضر کے محققین جن کا طرز بحث موضوع ہے اور فکری طور پر وہ کسی گروہ کے پابند نہیں ہیں۔ جیسے عباس محمود العقاد' عبدالقادر مازنی' سید قطب احمد امین وغیرہ ان کو یکسر نظر انداز کر دیا ہے۔

مصنف کا انداز تحقیق وہی ہے جس کو آج کل کی اصطلاح میں (Presumptiy Study) کہا جاتا ہے۔ پھر یقین ہے کہ کتاب مصنف کے ہم خیال طبقہ میں دلچسپی سے پڑھی جائے گی۔ البتہ چلتے چلاتے علامہ سید زینی دحلان کا وہ فقرہ نقل کر دینا چاہتا ہوں جو انہوں نے ابوبکر ابن العربی کی ''العواصم من القواصم'' کے رد ''شر القاصمہ'' میں تحریر فرمایا ہے۔ وہ کتاب میرے سامنے اس وقت نہیں ہے۔ مگر اس کا مفہوم یاد ہے۔

حضرت حسینؓ کی مخالفت ناشی ہے رسول اللہ a کی عداوت سے' وہ لوگ جو رسول اللہ a سے اپنا دل صاف نہیں رکھتے اور نہ ہی آپ سے اپنی بیزاری و کراہت کو ظاہر کرنے کی جرأت رکھتے ہیں۔ وہ اس راستہ سے اپنے دل کا بخار نکالتے ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب مصطفیٰ a سے فرمایا ہے: ''قد نعلم انه ليحزنك الذی يقولون فانهم لا يكذبو نك ولكن الظالمين بآيات الله يجهدون'' ہم کو معلوم ہے کہ ان کی باتیں تم کو رنج پہنچاتی ہیں مگر تمہاری تکذیب نہیں کرتے۔ بلکہ ظالم' خدا کی آیتوں سے انکار کرتے ہیں۔ اسی طرح یہ لوگ حضرت سیدنا حسینؓ سے نہیں رسول اللہ a سے عناد کا اظہار کرتے ہیں۔

نوٹ: اس تبصرہ میں صرف اصول بحث اور طریق فکر سے بحث کی گئی ہے۔ پوری کتاب کے مندرجات پر بحث کرنا اور ان کا رد لکھنا پیش نظر ہے۔ نہ اس کا وقت ہے۔ حضرت امام مالکؒ سے جب کوئی اس طرح کے مسائل پر گفتگو کرنا چاہتا تو وہ آیت پڑھا کرتے تھے: ''تلك امة قد خلت لها ماكسبت ولكم ماكسبتم ولا تسئلون عما كانوا يعملون'' یہ جماعت گزر چکی ان کو ان کے اعمال کا بدلہ ملے گا اور تم کو تمہارے اعمال کا اور جو عمل وہ کرتے تھے ان کی پرسش تم سے نہ ہوگی۔

(پندرہ روزہ تعمیر حیات لکھنؤ ۱۰ مارچ ۱۹۹۲...... ناشر: مجلس صحافت و نشریات دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ)

معارف خطبہ نکاح!

قسط نمبر:7

مولانا محمد یوسف خان!

یورپی قوانین کی حقیقت

ظاہر ہے کہ جب ان کے قوانین کا مطالعہ کریں گے تو اندر جا کر پتہ چلے گا کہ اندر کیا ہے۔ وہ لوگ خالی مساوات کا دعویٰ کرتے ہیں اور اپنے ذہن کے مطابق وہ اس کو مساوات سمجھتے ہیں۔ ان کے قوانین میں سے ایک قانون یہ ہے کہ اگر مرد عورت کو طلاق دے تو جب تک یہ عورت کسی دوسرے مرد سے شادی نہ کرے تو اس مرد کو سارا خرچہ اس کو دینا پڑے گا۔ ہاں اگر عورت طلاق دے تو پھر مرد کے ذمہ خرچ نہیں ہے۔ ان سے عرض کیا کہ یہ کیسی مساوات ہے؟ آپ مساوات کا دعویٰ کرتے ہیں مرد اور عورت کے درمیان لیکن یہاں تو مساوات نہیں ہے۔ مردوں کے لئے اور قوانین ہیں اور عورتوں کے لئے اور قوانین ہیں۔ تو فوراً وہاں کے بڑے آدمی تھے، وہ بولے جناب! یہ فزیکل فٹنس کی وجہ سے ہے۔ تو میں نے کہا کہ بس جواب مل گیا ہے۔ وہ لوگ اس بات کو سمجھتے ہیں کہ اس انسان کے اندر کس عمر میں کیا کمزوری ہے۔ ایک بچہ ہے وہ بھی انسان ہے۔ اس کے اندر اور خصوصیات ہیں۔ ایک نوجوان ہے۔ اس کے اندر اور خصوصیات ہیں۔ ایک بوڑھا انسان وہ بھی ہے لیکن اس کی خصوصیات کچھ اور ہیں۔ ایک عورت ہے۔ بچپن میں اس کی خصوصیات کچھ اور ہیں۔ ان کا مزاج کچھ اور ہے۔ جوانی کے اندر کچھ اور ہے۔ شادی کے بعد مزاج کچھ اور ہے۔ بچے ہو جانے کے بعد مزاج کچھ اور ہے۔ بچوں کی شادیاں ہونے کے بعد جب بہوئیں گھر میں آ جاتی ہیں۔ تو مزاج کچھ اور ہے۔ ہوتی وہی عورت ہی ہے، یہ اللہ کا نظام ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ نہیں سکھایا کہ تمہارے سب کے مزاج ایک جیسے ہو جائیں۔ آپ اس کی کوشش نہ کریں۔ ساری زندگی گزر جائے گی، ناکام رہیں گے۔ یہ دین نے سکھایا ہی نہیں ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ شادی کے بعد کی زندگی میں ہمیں دین نے کیا سکھایا ہے۔ جب مزاجوں کا بھی اختلاف ہے، سوچ کا بھی اختلاف ہے، جسمانی ساخت کا بھی اختلاف ہے، خواہشوں کا بھی اختلاف ہے۔ تو اس صورتحال میں دین نے ہمیں کیا سکھایا ہے؟ اللہ رب العزت نے قرآن مجید کے اندر بیوی کے الگ حقوق بتائے ہیں۔ شوہر کے الگ فرائض بتائے ہیں۔ بیوی کے الگ فرائض بتائے ہیں۔ ہر ایک دوسرے کے حقوق ادا کرے۔ اپنا اپنا فرض ادا کریں۔ پھر بھی اگر کوئی بری بات لگے تو اس کا علاج موجود ہے۔

محبت پیدا کریں

سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ جب ایسے حالات سامنے آتے ہیں۔ ایسے ماحول کا سامنا کرنا پڑے۔ یہ انسان اس ماحول کے اندر سب سے پہلے محبت پیدا کرنے کی کوشش کرے اور ایثار و قربانی سے دونوں فریق کام لیں۔ لڑکا بھی اور لڑکی بھی یہ ایثار اور قربانی اور محبت یہ ایک ماحول بنا دیتی ہے۔ پھر ایک انسان دوسرے انسان کو

سمجھنے لگتا ہے۔ایک انسان دوسرے انسان کے کام آنے لگتا ہے اور اگر ایثار اور قربانی دینے کے لئے کوئی تیار نہ ہو اور محبت کی فضا قائم کرنے کے لئے کوئی بھی تیار نہ ہو۔تو پھر ایسی صورت کے اندر انسان جو زندگی گزار رہا ہوتا ہے۔ وہ اس دنیا کے اندر جہنم کی زندگی ہوتی ہے۔وہ اس دنیا کے اندر بے سکونی کی زندگی ہوتی ہے۔

اتفاق اور اتحاد کا مطلب

آج معاشرے کے اندر گھروں کے اندر اتفاق اور اتحاد کی بات کرتے ہیں۔سب کو یہ باتیں اچھی لگتی ہیں۔بزرگ بھی شادی شدہ بچوں کو کہتے ہیں آپس میں اتحاد اور اتفاق پیدا کیا کرو۔بظاہر یہ جملے اچھے لگتے ہیں۔ لیکن لوگ اس کا مطلب کیا مراد لیتے ہیں؟ جب کوئی بندہ یہ کہے کہ اتحاد و اتفاق سے کام لینا چاہئے۔اتفاق اور اتحاد پیدا کرو۔ماں باپ ہے کوئی بڑا کہے کہ اتفاق اور اتحاد کرو تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ میں جو بات کہہ رہا ہوں۔اس کو مان لو اور اس پر سارے متفق ہو جاؤ۔کہنے کا مطلب یہ ہوتا ہے۔یہ انسان ایثار اور قربانی کے لئے تیار نہیں ہوتا۔ اپنی رائے ختم ہو جائے۔اپنی مرضی ختم ہو جائے۔اپنا تھوڑا سا نقصان برداشت کرے۔دوسرے کا احترام کرے۔ اس طرح سے اتفاق اور اتحاد پیدا کرنے کو محسوس نہیں کیا جاتا۔اپنی بات منوانے پر اتفاق اور اتحاد کا دعویٰ کیا جاتا ہے اور اس کے نتیجے میں آپس میں جب محبت نہیں ہوتی اور ایثار نہیں ہوتا تو بعض مثبت باتیں بھی منفی لگتی ہیں۔بظاہر بڑی سیدھی سیدھی باتیں ہوتی ہیں۔لیکن وہ بڑی ٹیڑھی لگنے لگتی ہیں۔جیسے ماں اور بیٹی کے درمیان محبت ہو اور بیٹی کا کسی وقت میں دوپٹہ درست نہ ہو اور ماں یہ کہے کہ بیٹا دوپٹہ درست کرلو۔تو وہ بیٹی دوپٹہ درست کرلے گی۔بات ختم ہو جائے گی۔لیکن اگر ساس اور بہو کے درمیان محبت نہ ہو تو قلبی تعلق اور احترام نہ ہو اور وہی ساس اسی لہجے میں ان ہی الفاظ کے ساتھ اپنی بہو کو کہے کہ بیٹا ذرا دوپٹہ درست کرلو تو آگے سے وہ بہو کہے گی کہ دیکھو یہ ساس میرے اندر کیڑے نکالتی ہے۔مجھے دوپٹہ اوڑھنا سکھاتی ہے۔کہتی ہے کہ مجھے دوپٹہ اوڑھنا ہی نہیں آتا۔

آپ غور کریں وہی جملہ ہے۔بیٹی کو کہا جائے تو کوئی اور اثر ہوتا ہے جہاں قلبی تعلق ہوتا ہے۔جہاں محبت ہوتی ہے اور جب محبت نہ ہو قلبی تعلق نہ ہو تو بہو بھی تو اس بیٹی جیسی ہوتی ہے۔لیکن محبت کے نہ ہونے کی وجہ سے اس کو یہی جملہ برا لگتا ہے۔میں نے ایک بہت حقیری اور چھوٹی سی مثال دی ہے۔

شر کی ابتداء ہمیشہ چھوٹی بات سے ہوتی ہے

اس کی ایک خاص وجہ یہ ہے کہ عربی میں ایک محاورہ ہے:"الشر یبداء من اصغرہ"برائی ہمیشہ چھوٹی سی چیز سے پیدا ہوتی ہے۔یہ بڑے بڑے گھریلو جھگڑے،بڑی بڑی خاندانوں کی جنگیں جب آپ ان کی تہہ میں اتریں گے تو آپ کو یہ بہت معمولی معمولی باتیں نظر آئیں گی۔اس لئے کہ یہ جو بڑی برائی ہے وہ ہمیشہ چھوٹی برائی سے پیدا ہوتی ہے۔ہمیشہ ہماری نظر خاندانی معاملات کے اندر بڑی برائیوں پر ہوتی ہے۔بڑی جنگوں پر ہوتی ہے۔ یہ بزرگ حضرات اسی لئے چھوٹی چھوٹی باتوں پر روک ٹوک کرتے ہیں تاکہ بڑی بات پیدا نہ ہو۔لیکن اس کے باوجود اگر کبھی میاں بیوی کے درمیان ایسے اختلافات سامنے آجائیں تو پھر ہمارا معاشرہ اس کو ایک اور طریقے سے حل کرتا ہے۔

اختلافات اور ہمارا معاشرہ

ہمارا معاشرہ یہ کہتا ہے کہ شادی سے پہلے تو جوان یہ کہتا ہے کہ میں خود پسند کروں گا۔ خود شادی کروں گا اور لڑکی بھی کہتی ہے کہ وہ خود لڑکا پسند کرے گی۔ میں خود ہی سارے معاملات بتاؤں گی۔ بالکل وہی رویہ دلہا اور دلہن کا جو شادی سے پہلے ہوتا ہے۔ شادی کے بعد جب اختلافات سامنے آتے ہیں۔ تو وہی رویہ ہوتا ہے کہ ہم باشعور ہیں۔ ہم اپنے اختلافات کا فیصلہ خود کریں گے۔ اماں جی آپ چپ کر کے بیٹھ جائیں۔ ابا جی آپ چپ کر کے بیٹھ جائیں۔ آپ کو نہیں معلوم مجھے پتہ ہے۔ میں نے کیا کرنا ہے۔ چنانچہ اختلافات کا فیصلہ بھی خود کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن اس کے لئے ان دونوں میاں بیوی کو قرآن مجید کی رہنمائی چاہئے ہوگی۔

قرآنی اصول

اللہ تعالیٰ نے اصول سکھایا قرآن حکیم کے اندر اس انسان کو یہ دیکھنا چاہئے کہ یہ جو اختلافات اور جھگڑے سامنے آرہے ہیں۔ یہ جو بے چینی گھر کے اندر سامنے آرہی ہے۔ کیا اس کی تہہ میں ایسی باتیں ہیں جو عام زندگی اور عام مزاج سے تعلق رکھتی ہیں۔ یا ان باتوں کا تعلق خلاف شریعت کی باتوں سے ہے۔ اللہ اور اس کے رسول a کا حکم ٹوٹ رہا ہے یا صرف ذاتی سوچیں ذاتی اختلافات ذاتی مزاج ہے۔ اگر تو اختلافات کا سبب ذاتی چیزیں ہیں۔ ذاتی پسند اور ناپسند ہے۔ اس کے لئے اللہ تعالیٰ نے کچھ اور قانون سکھایا ہے اور اگر خلاف شریعت باتیں ہوں اللہ اور اس کے رسول a کے احکام کے خلاف باتیں ہوں تو پھر اس کے لئے اللہ تعالیٰ نے اور سلیقہ سکھایا ہے۔

پہلا حکم گھریلو زندگی کے بارے میں یہ دیا کہ ’’وعاشروھن بالمعروف ‘‘عورتوں کے ساتھ اچھے طریقے سے رہن سہن رکھو۔ ’’فان کرھتموھن فعسی ان تکرھوا شیئا ‘‘ہوسکتا ہے آپ کسی چیز کو ناپسند کرتے ہوں ’’ویجعل اللہ فیہ خیرا کثیرا ‘‘اور اللہ نے اس میں کوئی بڑی بھلائی رکھی ہو۔ ٹھیک ہے نکاح کرکے شادی کے بعد لڑکی گھر میں آگئی ہے۔ لڑکی کی شادی ہوگئی۔ وہ لڑکے کے ساتھ رہ رہی ہے۔ ایک دوسرے کے ساتھ مزاجوں کا اختلاف رائے کا اختلاف ہے۔ ذاتی پسند اور ناپسند کی وجہ سے کوئی ناپسندیدہ باتیں ہیں۔ کئی باتیں ہوسکتی ہیں۔ لیکن شریعت کا تعلق ان باتوں سے نہیں۔ شریعت کے احکامات کی خلاف ورزی نہیں ہورہی تو پھر وہاں اللہ تعالیٰ نے یہ سکھایا کہ وہاں یہ انسان ایک دوسرے کو برداشت کرے۔

اس لئے کہ ’’فان کرھتموھن شیئا فعسی ان تکرھوا شیئا ویجعل اللہ فیہ خیرا کثیرا ‘‘ہوسکتا ہے کہ آپ کسی چیز کو ناپسند کرتے ہوں ’’ویجعل اللہ فیہ خیر کثیرا ‘‘اور اللہ تعالیٰ نے اس میں کوئی بڑی بھلائی رکھی ہو۔ یہاں مفسرین لکھتے ہیں کہ اس سے مراد گناہ نہیں ہے۔ اس لئے کہ یہ نہیں ہوسکتا کہ کسی گناہ کے کام میں خیر ہو۔ قرآن مجید کے اندر اللہ تعالیٰ یہ کہے کہ تم کسی چیز کو ناپسند کرو ہوسکتا ہے کہ اللہ نے اس میں کوئی خیر رکھی ہو تو گناہ میں کبھی خیر نہیں ہوسکتی۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول a کی نافرمانی میں تو خیر نہیں ہوتی۔ وہ یہاں مراد نہیں ہے۔ تو معلوم ہوا کہ یہ جو آپس میں پسند و ناپسند کی باتیں ہوتی ہیں۔ اس کو برداشت کرلیں۔ اس پر اللہ اجر بھی دے گا ’’ان اللہ کان علیما خبیرا ‘‘اللہ تعالیٰ بہت جاننے والا خبر رکھنے والا ہے۔

برداشت کی حدود

اب سوال یہ ہے کہ کیا یہ انسان بس صرف صبر ہی کرتا ہے۔ برداشت ہی کرتا رہے یا اور کوئی قدم بھی قرآن مجید میں اللہ نے ہمیں بتائے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس کا اصول سکھایا اگر تو ذاتی چیزوں ذاتی پسند و ناپسند کی بات ہے تو اس پر صبر اور برداشت ہی ہے۔ لیکن اگر اللہ اور اس کے رسول a کے احکامات کی خلاف ورزی سامنے آ جائے اور عفت اور عصمت سے متعلق، پاکدامنی سے متعلق کچھ باتیں سامنے آ جائیں یا اللہ اور اس کے رسول a نے جو چیزیں فرض قرار دی ہیں۔ وہ اس کی نافرمانی کرے۔ تو پھر ایسی صورت میں اللہ نے مرد کو اختیار دیا ہے اور اس کے لئے سورۃ النساء کی آیت ۱۳۴ الگ سے ہے۔

پہلا قدم

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:"والّتی تخافون نشوزھن فعظوھن واھجروھن فی المضاجع واضربوھن فان اطعنکم فلا تبغوا علیھن سبیلا" سورۃ النساء میں اللہ تعالیٰ نے یہ سبق دیا ہے یہاں گھروں کے اندر لوگوں کو اس آیت کو ذہن میں رکھنا چاہئے۔ وہ لوگ جو آج معاشرے کے اندر گھریلو زندگی کے اندر بیوی پر ہاتھ اٹھاتے ہیں۔ بیوی کو مارتے ہیں۔ اس کو بہت سے لوگ گھریلو زندگی کا حل سمجھتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو مذکورہ آیت ذہن میں رکھنی چاہئے۔ آج معاشرے کے اندر بیوی کو مارنا پیٹنا ایک معاشرتی رواج بن چکا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ ہمارے معاشرے کے اندر شوہر بیوی کے جسم کو یہ سمجھتا ہے کہ میں اس کا مالک ہوں۔ بہت واضح الفاظ میں عرض کردوں کہ نکاح کی وجہ سے شوہر بیوی کے بدن کا مالک ہرگز نہیں ہوتا۔ نکاح کی وجہ سے شوہر بیوی کے بدن کا مالک نہیں ہوتا بلکہ وہ نکاح کی وجہ سے صرف ایک مخصوص منفعت کا مالک ہوتا ہے۔ جو علماء یہاں بیٹھے ہیں۔ وہ اس بات کو سمجھیں گے۔ شریعت اسلامی کی اصطلاح اس کو کہتے ہیں۔ ملک بضع نکاح کے بعد حق مہر دینے کے بعد انسان کو جو ملکیت حاصل ہوتی ہے۔ وہ ملک بضع کہلاتی ہے۔ یعنی بیوی سے مخصوص منفعت حاصل کرنا اور جو وہ پرانے زمانے میں انسان باندیوں کا مالک ہوتا تھا۔ اس کو ملک رقبہ کہا جاتا ہے۔ گردن کا مالک اس کی ذات کا مالک وہ باندھیاں ہوتی تھیں۔ جن کو بیچا اور خریدا جاتا تھا اور یہاں شادی کے بعد مرد بیوی کے جسم کا مالک ہرگز نہیں ہوتا کہ اس کو توڑتا مارتا رہے۔ اس کی ہڈیاں توڑے اس کو زخمی کرتا رہے۔ جی نہیں اس بندے کے لئے اس کی قطعاً گنجائش نہیں ہے۔ آج معاشرے میں مار پیٹ کو اس مسئلے کا حل سمجھ لیا گیا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے سمجھایا کہ اگر انسان کو ان حالات کا سامنا کرنا پڑے تو اسے ان حالات میں کیا کرنا چاہئے۔ اس آیت میں سمجھایا:"والّتی تخافون نشوزھن فعظوھن واھجروھن فی المضاجع واضربوھن فان اطعنکم فلا تبغوا علیھن سبیلا" یہاں تک کہ بعض دیندار گھرانوں کے اندر بھی اور بعض دیندار ساتھی جنہوں نے علم دین حاصل کیا ہوتا ہے۔ عالم بن جاتے ہیں۔ متقی ہیں پرہیزگار ہیں۔ لیکن بیویوں پر ہاتھ اٹھانے کی جب غلطی ہوتی ہے تو ان شاگردوں سے جب پوچھا جاتا ہے کہ بھائی! کیا ہوا ہے؟ بیوی کو کیوں مارا ہے؟ تو وہ آگے سے جواب دیتے ہیں۔ یہ دین پڑھے ہوئے لوگ بسا اوقات کہتے ہیں کہ قرآن پاک میں آتا ہے کہ بیویوں کو مارو۔ اللہ نے کہا ہے کہ وہ کہنا

نہ مانیں تو ان کو مارو۔ ایسے لوگوں کو سورہ نساء کی یہ پوری آیت ذہن میں رکھنی چاہئے اور نبی a کے عمل مبارک کو ذہن میں رکھنا چاہئے کہ نبی a نے اس آیت پر کیسے عمل کیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ’’والـلـتـی تـخـافـون نشوزھن ‘‘ وہ عورتیں جن سے تمہیں نافرمانی کا اندیشہ ہو’’ فـعـظـوھـن ‘‘ اور ان کو نصیحت کرو۔ ان کو سمجھاؤ۔ ایک دو دفعہ نہیں ساری زندگی ان کو سمجھاؤ۔ بار بار ان کو سمجھاتے رہو۔

دوسرا قدم

پھر بھی مسئلے کا حل نہ نکلے’’ واھـجـروھـن فـی الـمـضـاجـع ‘‘ دوسرا قدم ان کو بستروں سے الگ کردیں۔ یہ نفسیاتی طریقہ ہے۔

تیسرا قدم

پھر تیسرا قدم ہے’’ واضربوھن ‘‘ تم ان کی پٹائی کرسکتے ہو لیکن تمام مفسرین نے لکھا ہے۔ کوئی تفسیر اس آیت کی اٹھا کر دیکھ لیں۔ اس آیت میں کہ جس میں اللہ تعالیٰ نے مارنے کی اجازت دی ہو۔ یہاں مفسرین نے یہ بات لکھی ہے نہ آپ چہرے پر مار سکتے ہیں۔ نہ ہڈی توڑ سکتے ہیں۔ زخمی نہیں کرسکتے۔ ایسی مار نہیں مار سکتے کہ جس میں کوئی جسمانی عضو ضائع ہوجائے۔ تمام مفسرین نے یہ شرائط لکھی ہیں اور جو بندہ یہ کام کرے گا وہ حرام کا ارتکاب کرے گا۔ اسے گناہ کبیرہ ہوگا۔ جو اس ضرب کی حد سے آگے نکلے گا وہ گناہ کبیرہ کا مرتکب ہوگا۔

نبی کریم a کا عمل

اور نبی a نے ان طریقوں میں سے ازواج مطہراتؓ کے ساتھ دو طریقوں پر عمل کیا ہے۔ نبی کریم a کی کل گیارہ بیویاں تھیں۔ نو بیویاں بیک وقت نبی کریم a کے پاس رہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قیامت تک آنے والی امت کو وہ اصول سکھائے تھے اور قیامت تک کے آنے والے لوگوں کے لئے وہ گھریلو زندگی لاکر سامنے رکھ دی۔ ایک ایک لمحہ نبی کریم a کی گھریلو زندگی کا آج امت کے سامنے ہے۔ ایک ایک اختلاف اور ازواج مطہراتؓ کی ساری باتیں آج امت کے سامنے ہیں۔ بارہا ازواج مطہرات کے درمیان معاملات ہوتے تھے۔ نبی کریم a سمجھاتے تھے۔ مسلسل سمجھانے کی روایات موجود ہیں اور اگر حالات نہیں بدلے تو نبی کریم a نے دوسرے سٹیپ پر بھی عمل کیا۔ بستروں سے الگ ہوگئے۔ ایک مہینے کے لئے اپنے آپ کو ازواج مطہراتؓ سے الگ کیا۔

نبی a نے امت کو سمجھانے کے لئے یہ قدم بھی اٹھایا۔ لیکن نبی a نے یہ عمل عورتوں کو مارنے والا عمل ساری زندگی میں ایک بار بھی نہیں کیا۔ حضرت عائشہؓ کی روایت ہے کہ نبی a نے ساری زندگی کسی بچے کو نہیں مارا اور نہ کسی خاتون کو مارا ہے۔ کسی بیوی پر ہاتھ نہیں اٹھایا۔ اس کی ایک مثال بھی نہیں ملتی تو نبی a نے سیرت طیبہ کے ذریعے کیا سمجھایا؟ کہ اگر انسان اللہ کے اور اس کے رسول a کے بتائے ہوئے طریقوں کے مطابق عمل کرتا ہے تو مار پٹائی تک نوبت نہیں آتی۔ لیکن اس کے باوجود پھر بھی حالات بہتر نہ ہوں تو پھر کیا کریں۔ بس اس سلسلے کو ختم کرنا چاہتے ہیں۔ طلاق چاہتے ہیں۔ بس اب مزید نہیں چل سکتے۔ دس سال، بارہ سال گزر گئے۔ ایسی صورت میں کہ اختلافات اس حد تک پہنچ جائیں تو پھر انسان کو کیا کرنا چاہئے؟ اس کے لئے بھی اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کے اندر

سلیقہ سکھایا ہے اور آج کے معاشرے میں جواب بات عرض کرنے لگا ہوں۔ اس کو نوجوان بھی اپنے ذہن میں رکھیں اور بزرگ بھی اپنے ذہنوں میں رکھیں کہ ہمیں اس معاشرے کے اندر کیا کردار ادا کرنا ہے؟ ان حالات میں کیا کرنا ہے؟ کیونکہ نوجوان یہ سوچ بیٹھا ہے۔ اس کے پاس شادی شدہ جوڑوں کے پاس بس آج کل دو طریقے ہیں۔

ایک طریقہ ہے مار پٹائی کا اور ایک طریقہ ہے تین طلاقیں دینے کا۔ اس سے کم میں تو رکتا نہیں۔ یہ دو راستے شادی شدہ جوڑوں کو نظر آتے ہیں۔ اختلافات دور کرنے کے لئے یا مارو پیٹو یا طلاق دے دو۔ تھوڑا سا انسان قرآن مجید کو کھولے اور پڑھے کہ اس میں اللہ تعالیٰ نے انسان کو کیا احکامات دیئے ہیں۔ وہ اس مرد کا بھی خالق ہے اور بیوی کا بھی خالق ہے اور گھر کے باقی افراد کا بھی خالق ہے۔ وہ اللہ ہمیں کیا سکھاتا ہے۔ اس کے بعد سورۃ النساء کی آیت ۳۵ اس میں اللہ تعالیٰ نے اس کا سلیقہ سکھایا ہے۔

حکم بنائیں

’’وان خفتم شقاق بینھما فابعثوا حکما من اھلہ وحکما من اھلھا‘‘ اگر تمہیں آپس میں جدائی کا ڈر ہو کہ اب زندگی میں آگے اندھیرا ہے، سوائے ان رشتوں کے توڑنے کے اب کوئی حل نظر نہیں آتا۔ اگر تمہیں جدائی کا ڈر ہو کہ اب اس رشتے کو ختم کرنا پڑے گا کوئی صورت نہیں نکل رہی۔ تب بھی یہ میاں بیوی طلاق کا فیصلہ خود نہ کریں۔ پھر کیا کریں؟ اس کا ایک سلیقہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں سکھایا ہے۔

’’وان خفتم شقاق بینھما فابعثوا حکما من اھلہ وحکما من اھلھا ‘‘ اگر میاں بیوی کے درمیان جدائی کا ڈر ہو تو ایک کام کریں۔ اللہ کے اس حکم پر عمل کریں’’فابعثوا حکما من اھلہ وحکما من اھلھا ‘‘ ایک فیصلہ کرنے والا لڑکے والوں کی طرف سے اور ایک فیصلہ کرنے والا لڑکی والوں کی طرف سے یہ ذرا بیٹھ جائیں۔ یہاں اللہ نے حکم کا لفظ استعمال فرمایا ہے۔ فیصلہ کرنے والا حاکم قاضی جس کے اندر فیصلہ کرنے کی صلاحیت ہو۔ یہ نہیں کہ وہاں جا کر رشتے ختم کر کے آئے۔ اس کو حکم نہیں کہتے توڑنے والے کو حکم نہیں کہتے۔

قادیانیوں سے ترک موالات

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی امیر شیخ الحدیث مولانا عبدالمجید لدھیانوی نے فرمایا کہ قادیانیوں کا اقتصادی وعمرانی بائیکاٹ اہم دینی ضرورت اور وقت کا تقاضا ہے۔ وہ یہاں جامعہ دارالعلوم رحیمیہ کے افتتاح بخاری کے بعد جماعتی رفقاء مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی، قاری محمد ادریس ہوشیارپوری، مولانا محمد انس، مولانا عبدالستار، مولانا صفدر حسین سے گفتگو کر رہے تھے۔ انہوں نے قادیانی کمپنیوں بالخصوص شیزان لمیٹڈ جو سالانہ لاکھوں روپے سے متجاوز رقوم مسلمانوں کے خلاف ارتدادی مہم کے لئے خرچ کرتی ہے اور قادیانیوں کے تحریف شدہ قرآن پاک کے تراجم شائع کرتی ہے۔ اس کا بائیکاٹ اور ترک موالات ایمان کا تقاضا ہے۔ انہوں نے کہا کہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت مسلمانان پاکستان سے توقع رکھتی ہے کہ وہ قادیانی مصنوعات کا بائیکاٹ کر کے رسول اللہ a سے والہانہ محبت کا ثبوت دیں گے۔

علامہ عبدالستار تونسویؒ کی حیات وخدمات

اور تحریک ختم نبوت سے وابستگی!

مولانا عبدالعزیز لاشاری!

امام اہل سنت، مناظر اسلام، مولانا عبدالستار تونسوی، حضرت سید حسین احمد مدنیؒ کے مایہ ناز شاگرد تھے۔ مولانا عبدالشکور لکھنویؒ کے شاگرد رشید اپنے ستر ہزار علماء اور شاگردوں کو چھوڑ کر ۲۱؍ستمبر جمعۃ المبارک ۲۰۱۲ء بعد نماز مغرب اس دار فانی سے رحلت فرماگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون! علامہ عبدالستار تونسوی ۱۹۲۶ء میں ماسٹر استاذ اللہ بخش سہائیؒ کے ہاں تونسہ شریف میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد نیک سیرت انسان تھے۔ حضرت کے خاندانی تعلقات خواجگان تونسہ سے دیرینہ چلے آرہے تھے۔ اسی عقیدت کی بناء پر حضرت تونسویؒ کو جامعہ محمودیہ نظامیہ میں دینی تعلیم کے لئے داخل کرایا۔ جامعہ محمودیہ نظامیہ حضرت پیر پٹھان خواجہ نظام الدینؒ نے اپنے والد حضرت خواجہ محمود سلیمانیؒ کے نام کی نسبت سے قائم کیا۔ جامعہ محمودیہ اپنے دور کی عظیم درسگاہوں میں شمار ہوتا تھا۔ اس درسگاہ میں ملک کی عظیم شخصیات میں سے مولانا عبدالرحمن کامل پوری (اٹک) مولانا خان محمد تونسوی فاضل دیوبند، مولانا فضل داد صاحب جیسے قابل علماء کرام علم دین کی آبیاری کرتے رہے۔ ۱۹۴۳ء میں اسی جامعہ محمودیہ نظامیہ میں پہلا دورہ حدیث شیخ الحدیث مولانا خان محمد تونسویؒ کے پاس کیا۔ ۱۹۴۵ء میں حضرت خواجہ نظام الدین تونسویؒ کی سرپرستی مولانا خان محمد تونسویؒ کے ایماء پر دارالعلوم دیوبند میں سید حسین احمد مدنیؒ اور مولانا اعزاز علیؒ کے پاس جاکر دوبارہ دورہ حدیث کیا۔ تقسیم پاکستان سے پہلے لکھنؤ میں مولانا عبدالشکور لکھنویؒ صاحب سے جاکر مناظرہ کا کورس کیا۔ ایران، عراق جاکر نایاب کتب حاصل کیں۔ وقت کے جید علماء کرام سے علم دین کی پیاس بجھائی۔ ۱۹۴۷ء میں وطن واپس آکر تونسہ شریف کے قریب بجر سیداں میں امامت خطابت شروع کی۔ مگر حضرت خواجہ نظام الدینؒ نے اپنی مادر علمی درسگاہ جامعہ محمودیہ نظامیہ میں ہی تدریس کے لئے مقرر فرمادیا۔ ۱۹۵۵ء تک اسی مدرسہ میں ہی تدریسی خدمات سرانجام دیتے رہے۔ ۱۹۵۵ء سے پہلے سردار احمد خان پتافی جام پوری نے سید نورالحسن شاہ بخاری کے ہمراہ تنظیم اہل سنت والجماعت کی بنیاد رکھی۔ مولانا عبدالستار تونسویؒ کی استعداد کو دیکھ کر ان بزرگوں نے مولانا عبدالستار تونسوی کو وعظ وتبلیغ کے شعبہ میں منتقل کردیا۔ برصغیر کا یہ پہلا عالم دین دیوبند کا سپوت اسٹیج پر کتابیں سجاکر گرج دار للکار، منفرد انداز میں ایسا ابھرا کہ تونسویؒ ایک پہچان بن گیا۔ سادہ سرائیکی اردو، عربی، فارسی زبان کے محقق عالم دین اسی دھرتی پر نمودار ہوا۔ گاؤں، محلہ، شہر، اندرون بیرون ملک اپنے دلائل حقہ لے کر مسلمانوں کو بے دینی کے سیلاب سے بچایا۔ مولانا کا بیان درددل سے بھرا ہوتا۔ آپ کے بیان سے سینکڑوں منکرین صحابہؓ فدایان صحابہ بن گئے۔ ہزاروں لوگوں کو شرک بدعت سے نکال کر احیاء سنت کا داعی بنادیا۔ مولانا کو اللہ پاک نے ہر عنوان پر بولنے کا ملکہ عطا فرمایا تھا۔ اپنے مسلک حق کی آبیاری دعویٰ، دلیل کی بنیاد پر کی۔ وعدہ کے ایسے پابند تھے کہ ایک سال بعد کی تاریخیں وعظ وتبلیغ کے لئے ایڈوانس بک ہوتی تھیں۔ مدارس عربیہ کی چھٹیوں میں رجب، شعبان، رمضان میں ہر سال ملک بھر کے علماء کرام کو دینی کورس کراتے۔ عرب ممالک کے مشائخ علماء

کرام کو بھی تربیت دے کر آئے۔ عظمت صحابہؓ، عظمت اہل بیتؓ ان کے مشہور عنوان تھے۔ ان کے دلائل اور للکار سے باطل گھبرا جاتا تھا۔ مولانا اہل سنت کے متفقہ مناظر اسلام تھے۔ مولانا ہمیشہ سفید لباس استعمال فرماتے۔ چار کونی ٹوپی استعمال کرتے۔ اللہ پاک نے حضرت کو وجیہہ، رعب دار انسان بنایا تھا۔ جسے باطل دیکھ کر پانی پانی ہو جاتا۔ ضلع خانیوال باگڑ سرگانہ میں اپنے مخالف فریق کو تین دن ایسا زچ کیا کہ مخالف کو شکست ماننا پڑی۔ عام دیہاتی سے لے کر ہر طبقہ کا پڑھا لکھا مسلمان مولانا کے بیان کا منتظر رہتا۔ تنظیم اہل سنت میں ایک ایسا دور عروج آیا جس میں مولانا دوست محمد قریشی، مولانا نور الحسن بخاری، مولانا قائم دین عباسی، مولانا ضیاء القاسمیؒ، سید عبدالمجید ندیم شاہ، مولانا عبدالشکور دین پوری، جناب خان محمد کمترؒ، جناب عبدالکریم خاکیؒ، محمد نواز فردوسی جیسے خطباء علامہ تونسوی کی قیادت میں ملک بھر میں چھا گئے۔ باطل کو دن کی روشنی میں تارے نظر آ گئے۔ مولانا ہر جماعت کے لئے مقبول عالم دین تھے۔ ۱۹۷۰ء میں جمعیت علماء اسلام کے پلیٹ فارم پر ضلع ڈیرہ غازی خان میں قومی اسمبلی کا الیکشن لڑا۔ ملک بھر میں جتنی چھوٹی بڑی جماعتیں یا گروپ عظمت صحابہؓ کے عنوان پر کام کر رہی ہیں۔ یہ سب مولانا کے شاگرد ہیں۔ مگر مولانا تونسویؒ کے اپنے اندر تفرقہ بازی نام کی کوئی چیز نہیں پائی جاتی تھی۔ مولانا ہمیشہ دلائل سے تبلیغ کرتے رہے اور درد دل سے بھرپور انداز میں مخالف کو لاجواب کیا۔ مولانا کی تقریر میں مخالف کھلے دل سے آتا۔ اپنا پرچی پر سوال لکھ کر دیتا۔ مولانا ان کو اپنی کتاب سے ہی جواب دے کر دعوت دین دیتے۔ مخالف نقص امن پیدا کرنے کی بجائے شرم سے اپنا منہ چھپا لیتا۔ اہل سنت والجماعت کے تمام بیشتر بزرگ حضرت سے پیار کرتے۔ یہی وجہ ہے کہ پنجاب کی مشہور خانقاہ پیر خواجہ غلام حسن سواگ والوں نے حضرت کو نمک دم کرنے کا وظیفہ بطور کرامت عطاء کیا۔ جو سانپ کے ڈسنے اور باؤلے کتے کے کاٹنے کے زہر کو ختم کر دیتا تھا۔ تحریک ختم نبوت میں حضرت کا نمایاں کردار تھا۔ حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ کے ساتھ ختم نبوت کے ہر پروگرام میں شریک ہوتے تھے۔ صحت کے زمانہ میں ختم نبوت کانفرنس چناب نگر میں شریک ہوتے۔ کانفرنس کے پہلے دن ظہر کی نماز کے بعد حضرت کا آخری بیان ہوتا۔ ۱۹۸۶ء میں شیر گڑھ تونسہ شریف میں ایک قادیانی سردار کو جب مسجد میں دفن کر دیا تھا تو اس تحریک کو بھی حضرت کی سرپرستی حاصل تھی۔ اس تحریک کا احتجاجی جلوس پاکستان چوک سے ڈی سی او کی کوٹھی کی طرف جا رہا تھا کہ اتنے میں ملتان سے علامہ عبدالستار تونسوی بھی اس جلوس کی قیادت کے ساتھ آ کر شریک ہوئے۔ اس جلوس پر ایک گہری سازش کے تحت آنسو گیس اور لاٹھی چارج کی بارش کر دی گئی۔ جس میں مولانا عبدالستار تونسویؒ شدید زخمی ہو گئے۔ مولانا لہولہان ہو گئے۔ مولانا صبر و تحمل سے کھڑے رہے۔ ہر لاٹھی پر زبان سے اللہ اکبر، اللہ اکبر نکلتا تھا۔ اسی زخمی حالت میں مولانا کو نشتر ہسپتال ملتان داخل کرایا گیا۔ دوسرے دن مولانا نے فرمایا کہ میں نے پچاس سال عظمت صحابہؓ کے پلیٹ فارم پر خدمت کی گئی۔ حج عمرے کے لئے درود شریف ورد وظائف پڑھتا رہا۔ مگر مسئلہ ختم نبوت کی برکت سے رات زخمی حالت میں حضور کریم a کی پہلی دفعہ زیارت نصیب ہوئی۔ مولانا صوفی اللہ وسایاؒ فرمایا کرتے تھے کہ جلوس پر انتظامیہ کا لاٹھی چارج آنسو گیس استعمال کرنا دشمن کی گہری سازش تھی۔ چونکہ اس جلوس میں علامہ عبدالستار تونسویؒ، اور علی غضنفر موجود تھے۔ دشمن چاہتا تھا کہ ان دونوں میں سے ایک کو مار دیا جائے۔ تا کہ اس تحریک کا رخ قادیانیت کی بجائے شیعہ سنی فساد کی طرف مڑ جائے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے حضور a کی ختم نبوت کے صدقے اس سازش کا ناکام بنا کر قادیانی سردار کو آخر کار مسلمانوں کی مسجد سے نکالا گیا۔

مولانا مقبول الرحمٰن قاسمی بھی اللہ کو پیارے ہو گئے!

مولانا محمد اکرم کاشمیری!

جامعہ اشرفیہ لاہور کے سابق مدرس، ممتاز عالم دین اور جامعۃ العلوم الاسلامیہ میرپور آزاد کشمیر کے استاذ الحدیث مولانا مقبول الرحمٰن قاسمیؒ ۲۲راور ۲۳ر رجب المرجب ۱۴۳۴ھ بمطابق ۲راور ۳ر جون ۲۰۱۳ء کی درمیانی شب میرپور آزاد کشمیر میں ۷۶رسال کی عمر میں انتقال فرماگئے۔انا للّٰہ وانا الیہ راجعون!

حضرت مولانا مفتی اویس احمد خان (فاضل جامعہ اشرفیہ) کے مطابق مولانا مرحوم بظاہر صحت مند و توانا تھے۔ باوجود درازیٔ عمر ان کے سر اور داڑھی کے بال سیاہ تھے۔ محض گنتی کے چند بال سفیدی مائل تھے۔ کچھ عرصہ سے معمولی بلڈ پریشر تھا۔ گذشتہ شب اچانک بلڈ پریشر کی وجہ سے برین ہیمبرج ہوا۔ منہ اور ناک کے ذریعے خون آیا جو مولانا کی رحلت کا سبب بن گیا۔ مولانا جامعہ اشرفیہ میں ایک عرصہ تدریس کے فرائض انجام دیتے رہے۔ انہیں تدریس میں کمال ملکہ حاصل تھا۔ مشکل سے مشکل مسائل چٹکیوں میں حل کر دیتے تھے۔ شرح جامی اور قطبی جیسی مشکل اور دقیق کتب زیر درس ہوتیں تھیں۔ طلبہ کے محبوب استاذ ہوا کرتے تھے۔ آزاد کشمیر میں منصب قضا ملنے کے بعد مولانا نے تدریس چھوڑ دی اور قضاۃ کے منصب جلیلہ پر فائز ہو کر شرعی اور اسلامی فیصلے کرنے کے عدالتی فرائض انجام دیے۔ آپ تحصیل اور پھر ضلعی قاضی کے مناصب پر براجمان رہے۔ آزاد کشمیر کے اہم عدالتی فیصلوں میں آپ کو امتیازی حیثیت حاصل رہی۔ سرکاری ملازمت سے ریٹائرمنٹ کے بعد آپ نے ایک مرتبہ پھر تدریسی مشغلہ اختیار فرمایا۔ شعبۂ تدریس سے آپ کو ایک خاص انسیت تھی۔ جامعہ اشرفیہ میں ساٹھ کی دہائی کے نصف اخیر میں آپ نے جو عرصۂ تدریس گزارا۔ اسے ہمیشہ یاد رکھا کرتے تھے۔ مجھے اکثر فرمایا کرتے تھے کہ تم جامعہ اشرفیہ کے ساتھ اپنی وابستگی آخر وقت تک جاری رکھنا۔ فرمایا کرتے تھے کہ دیکھو مجھے اس بات کا شدید افسوس اور اس پر ندامت ہے کہ میں نے جامعہ کی تدریس کو کیوں چھوڑا؟ جامعہ کے ساتھ وابستگی خود ایک نعمت ہے اور اس پر تدریسی خدمات کی انجام دہی اس سے بڑی نعمت۔ میں جب تمہیں دیکھتا ہوں تو مجھے بے حد خوشی ہوتی ہے۔ یہ ان کی جامعہ کے ساتھ محبت اور اس احقر کے ساتھ محبت کا معاملہ تھا۔ جو بارہا ان کی زبان سے اس بات کا اقرار کرواتا تھا کہ دنیوی کتنے ہی بڑے سے بڑے مناصب آدمی حاصل کر لے۔ لیکن دینی کسی ادنیٰ سے ادنیٰ عہدے دار سے وہ بڑھ نہیں سکتا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی یہ خواہش کہ وہ مدرس بن جائیں ایک بار پھر پوری فرما دی۔ مولانا مقبول الرحمٰن قاسمیؒ کو اللہ تعالیٰ نے علماء کشمیر میں ایک ممتاز مقام عطا فرمایا تھا۔ ہر مکتبہ فکر کے ہاں انہیں قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ ان کا ایک امتیازی وصف یہ بھی تھا کہ وہ اہم معاملات میں ہر اس شخص سے مشاورت کیا کرتے تھے۔ جسے وہ اس بات کا اہل سمجھتے ہوں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مولانا کے پسماندگان، اعزاؤ اقرباء اور دوست احباب کو صبر جمیل کی توفیق اور انہیں کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے۔ آمین!

احتساب قادیانیت جلد ۵۰ کا مقدمہ!

مولانا اللہ وسایا!

الحمدللّٰہ و کفیٰ و سلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ امابعد!

قارئین کرام! لیجئے اللہ رب العزت کے فضل وکرم واحسان سے احتساب قادیانیت کی جلد پچاس (۵۰) پیش خدمت ہے۔ اس جلد میں سب سے پہلے:

۱…… قادیانیت: معروف صحافی جناب ماہر القادری ایڈیٹر ''ماہنامہ فاران'' کراچی کو لاہوری مرزائیوں نے چند پمفلٹ بھیجے جس کا انہوں نے یہ جواب تحریر کیا۔ اسے کتابی شکل میں سید عبدالرحمٰن شاہ صاحب نے فیصل آباد سے شائع کیا۔

۲…… قذف بالحق علی الباطل (مباحثہ برموضوع رفع، وفات عیسیٰ علیہ السلام ونزول ابن مریم): پروفیسر محمد اسماعیل پرنسپل گورنمنٹ کالج اٹک اور قادیانی مناظر قاضی نذیر کے درمیان مکالمہ ومباحثہ ہوا۔ بعد میں زبیری قادیانی نے پمفلٹ شائع کیا۔ اس قادیانی پمفلٹ کا جواب یہ رسالہ ہے۔

۳…… اخلاق اور مرزا صاحب (مرزا غلام احمد قادیانی کے غلط اقوال والہامات کی تشریح): جناب حضرت مولانا میاں محمد نوشہروی کا یہ رسالہ ہے۔ جو انتہائی عقلی ونقلی دلائل سے بھرپور ہے۔ ایک خوبصورت قابل ستائش ولائق تحسین دستاویز ہے۔ ۱۹۵۳ء سے پہلے کا مرتب کردہ ہے۔ اس کے علاوہ حضرت مولانا میاں محمد نوشہروی کے مزید تین رسالہ کا اسی کتابچہ میں ذکر ہے۔ ۱……قرآن اور مرزا صاحب، ۲……حدیث اور مرزا صاحب، ۳……مرزا صاحب اور سچائی۔ یہ تینوں رسائل دستیاب نہ ہوسکے۔ خدا کرے مل جائیں تو بہت ہی خوب بلکہ خوب ترین ہوگا۔

۴…… ختم نبوت افروز اظہار الحق: جناب ڈاکٹر نظیر صوفی سیالکوٹی نے ۲۲؍جون ۱۹۷۲ء کو مرزا قادیانی کی کتب سے ثابت کیا کہ آنحضور a کے بعد مدعی نبوت، لعنتی، کذاب، کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

۵…… جس کی بات نہیں اس کی ذات نہیں: ۱۹۶۵ء کے لگ بھگ مجاہد ملت بانی رہنما عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ نے کنری ضلع تھرپارکر سندھ میں رحمت عالم a کی سیرت طیبہ کے عنوان پر خطاب کے دوران آپ a کے وصف خاص عقیدہ ختم نبوت پر بیان کرتے ہوئے مرزا قادیانی ملعون کے تین حوالے پیش کئے۔ جس میں اس نے مسلمانوں کے خلاف بدزبانی کی۔ آٹھ ماہ بعد کنری کے قادیانی فضل الدین نے ایک پمفلٹ میں چیلنج کیا کہ یہ حوالہ جات دکھائے جائیں تو تین صد روپیہ دینے کے لئے میں تیار ہوں۔ اگلے دن ڈگری جامعہ اشاعت القرآن کے ناظم عمومی مولانا اکرام الحق الخیری کتب مرزا لے کر کنری پہنچ گئے اور سپیکر پر چیلنج کیا کہ آؤ حوالے دیکھو۔ رات کو جلسہ عام ہوا۔ قادیانیوں کو سانپ سونگھ گیا۔ فضل الدین قادیانی، مرزا قادیانی کے

خروج کی جگہ میں چھپ گیا۔ مولانا اکرام الحق الخیری ڈگری واپس تشریف لے گئے۔ قادیانیوں نے کہا کہ پمفلٹ کا جواب پمفلٹ سے دیا جائے۔ چنانچہ یہ پمفلٹ ’’جس کی بات نہیں اس کی ذات نہیں‘‘ ناظم مجلس تحفظ ختم نبوت کنری کی طرف سے شائع کیا گیا۔

۶…… امین الملک جے سنگھ بہادر کرشن گوپال، مرزا غلام احمد قادیانی حجر اسود کے ادنیٰ ترین خادم فضل الدین مرزائی کے تینوں پمفلٹوں کا جواب، بمع چیلنج مناظرہ: پمفلٹ سابقہ ’’جس کی بات نہیں اس کی ذات نہیں‘‘ کے شائع ہونے پر فضل الدین مرزائی نے تین پمفلٹ سائیکلوسٹائل تقسیم کئے۔ ان تینوں سائیکلوسٹائل پمفلٹوں کا جواب اس رسالہ میں دیا گیا جو ناظم مجلس تحفظ ختم نبوت کنری نے شائع کیا۔

۷…… ختم نبوت پر قومی اسمبلی کا متفقہ فیصلہ: ۲۹؍مئی ۱۹۷۴ء کو ربوہ (چناب نگر) ریلوے اسٹیشن پر چناب ایکسپریس سے سفر کرنے والے نشتر میڈیکل کالج ملتان کے طلباء کو قادیانی اوباشوں نے تشدد، بربریت، ظلم وستم کا نشانہ بنایا۔ جس کے ردعمل میں ملک گیر تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء چلی۔ تب پاکستان کے وزیراعظم جناب ذوالفقار علی بھٹو تھے۔ انہوں نے یہ مسئلہ پاکستان کی قومی اسمبلی کے سپرد کیا۔ پوری قومی اسمبلی کو ایک خصوصی کمیٹی میں تبدیل کر دیا گیا۔ قادیانی ناقوس مرزا ناصر، لاہوری مہنت صدرالدین قومی اسمبلی کی خصوصی کمیٹی کے سامنے گواہ کے طور پر پیش ہوئے۔ ان گواہان پر پاکستان اٹارنی جنرل یحییٰ بختیار نے جرح کی۔ خصوصی کمیٹی کی کاروائی مکمل ہونے کے بعد ۷؍ستمبر ۱۹۷۴ء کو قومی اسمبلی کا اجلاس منعقد ہوا۔ خصوصی کمیٹی اور رہبر کمیشن کی سفارشات کی روشنی میں قومی اسمبلی میں اس وقت کے وفاقی وزیر قانون عبدالحفیظ پیرزادہ نے متفقہ طور پر دوسری ترمیم کا بل پیش کیا۔ اس کی متفقہ منظوری کے بعد قائد ایوان جناب ذوالفقار علی بھٹو مرحوم نے قومی اسمبلی میں خطاب کیا۔ قادیانی فتنہ سے متعلق ترمیم کا متن اور ۷؍ستمبر ۱۹۷۴ء قادیانی مسئلہ سے متعلق جناب بھٹو صاحب کی تقریر کا متن حکومت پاکستان پریس، فلم اینڈ مطبوعات منسٹری (وزارت اطلاعات) نے ’’ختم نبوت پر قومی اسمبلی کا متفقہ فیصلہ‘‘ کے نام سے شائع کیا۔ احتساب قادیانی کی جلد ہذا میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔

۸…… نئے آرڈیننس کا اجراء (قادیانیوں کی اسلام دشمن سرگرمیاں): جناب ذوالفقار علی بھٹو کے عہد اقتدار میں ۷؍ستمبر ۱۹۷۴ء کو قادیانیوں کو غیرمسلم اقلیت قرار دیا گیا۔ لیکن اس پر قانون سازی نہ ہوسکی۔ جناب جنرل محمد ضیاء الحق صاحب کے زمانہ میں اس پر قانون سازی ہوئی۔ اس آرڈیننس کے اجراء پر حکومت نے پاکستان آرڈیننس کا مکمل متن شائع کیا جو اس جلد میں شامل کیا جارہا ہے۔

۹…… قادیانیت اسلام کے لئے سنگین خطرہ (قادیانیوں کے خلاف اسلام سرگرمیاں روکنے کے لئے حکومت کے اقدامات): جنرل محمد ضیاء الحق صاحب نے امتناع قادیانیت آرڈیننس جاری کیا۔ اس پر قادیانیوں نے واویلا کیا۔ حکومت پاکستان نے قادیانیت اسلام کے لئے سنگین خطرہ کے نام پر یہ دستاویز مرتب کر کے شائع کی جو بہت معلومات افزاء ہے۔

۱۰…… قادیانی بدستور غیرمسلم ہیں (حکومت پاکستان کی توثیق): حکومت آئینی ترامیم یا آرڈیننس

کے ذریعہ قانون میں تبدیلی کرتی ہے۔ مثلاً ایک حکم ہوتا ہے کہ یوں کر دیا جائے۔ جب ہوگیا، گولی چلاؤ، چل گئی۔ اس نے اپنا عمل مکمل کرلیا۔ تو خالی خول کو ضائع کر دیا جاتا ہے۔ وزارت قانون اس طرح گا ہے بگا ہے ان حکم ناموں کو جن پر عمل ہو چکا اور وہ اپنے عمل پر فٹ اور موثر ہے ان جیسے حکم ناموں کو منسوخ کرتی ہے۔ دوسری ترمیم جس میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا۔ اس کی رو سے آئین کی دفعہ ۲۰۶ اور ۲۶۰ میں ترمیم کی گئی۔ ترمیم موجود استقرار و موثر برقرار۔ لیکن ''یہ ترمیم کر دی جائے'' یہ آرڈر منسوخ ہوا تو بعض قانون دانوں نے کہا کہ اس کے کسی عیار نے الفاظ ایسے تیار کئے ہیں کہ کہیں ترمیم ہی نہ متاثر ہو جائے۔ چنانچہ مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی ناظم اعلیٰ حضرت مولانا محمد شریف جالندھریؒ نے اس کے لئے جدوجہد کی۔ تب حکومت سے یہ آرڈیننس جاری کر کے اعلان وتوثیق کی کہ قادیانیوں سے متعلق ترمیم موثر و برقرار ہے۔ قادیانی بدستور غیر مسلم ہیں۔ یہ آرڈیننس ۱۹۸۲ء میں جاری ہوا۔ جو اس جلد میں شامل کیا جارہا ہے۔

۱۱...... ابن مریم: ۱۳۵۶ھ میں ریٹائرڈ سیشن جج الحاج خان بہادر رحیم بخش نے یہ کتاب لکھی۔ ابتداء قرآن مجید سے آخر تک جہاں کہیں مسیح علیہ السلام کا تذکرہ ہے ان آیات قرآنیہ کو زیر بحث لا کر قرآن کے اعتبار سے مسیح علیہ السلام کے مقام ومنصب، حیات، رفع، نزول، علامت قیامت غرض ایک ایک مسئلہ کو قرآن کے حوالہ سے خوب مبرہن کیا ہے۔ بہت عمدہ کتاب ہے۔

۱۲...... مرزا غلام احمد قادیانی کی ایک پیش گوئی کا تجزیہ (عمر مرزا): مدرسہ عربیہ قاسم العلوم فقیر والی ضلع بہاولنگر میں ایک بزرگ مدرس تھے۔ جنہیں باؤ تاج محمد نکودری کہا جاتا تھا۔ نکودر ضلع جالندھر میں ہے۔ باؤ تاج محمد صاحب قادیان کے ہائی سکول میں ٹیچر بھی رہے۔ کئی قادیانی جو بعد میں قادیانی جماعت کے لیڈر بنے وہ آپ کے شاگرد تھے۔ باؤ تاج محمد صاحب قادیان میں رہائش کے حوالہ سے قادیانی جماعت کے خدوخال اور ان کے کردار وچال سے بخوبی واقف تھے۔ پوری قادیانی جماعت کے شب وروز ان کے سامنے تھے۔ تقسیم کے بعد آپ فقیر والی آئے اور پھر عمر بھر قاسم العلوم کے در و دیوار کو علم وعمل کے درس دیتے رہے۔ آپ خوب مرنجان مرنج انسان تھے۔ منحنی آپ کا وجود تھا۔ جسم کی طرح گفتگو بھی مختصر کرتے تھے مگر پتہ کی ہوتی تھی۔ بولتے کیا تھے موتی رولتے تھے۔ تحقیق کے خوگر، قلم وقرطاس کے دھنی اور کتاب بنی کے رسیا تھے۔ چنیوٹ کی سالانہ ختم نبوت کانفرنسوں پر تشریف لانا عمر بھر کا معمول رہا۔ ان دنوں قادیانی جلسہ چناب نگر میں بھی انہیں تاریخوں میں ہوتا تھا۔ وہ چنیوٹ سے چناب نگر جاتے اور قادیانیوں سے سابقہ قیام قادیان کی وجہ سے جو تعارف پہلے سے موجود تھا اس سے فائدہ اٹھاتے اور قادیانیوں کی نئی مطبوعات خرید لاتے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت فقیر والی کے آپ امیر تھے۔ عالمی مجلس کے مرکزی رہنما حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ بھی کتابوں کے رسیا تھے۔ دونوں حضرات چنیوٹ کانفرنس پر جمع ہوتے، سر جوڑتے، فہرست تیار ہوتی۔ شام کو تمام نئی قادیانی کتب مولانا عبدالرحیم اشعرؒ کے بستر پر لا کر باؤ تاج محمد صاحب ڈھیر کر دیتے۔

باؤ تاج محمد صاحب کا کتب خانہ خود بھی قادیانی اور رد قادیانی کتب کے حوالہ سے وقیع کتب خانہ تھا۔ ان کے پاس بعض قادیانی کتب ایسی تھیں جو مجلس کی مرکزی لائبریری کے لئے مولانا عبدالرحیم اشعرؒ کو فوٹو کرانی پڑیں اور

یہی کتابیں قومی اسمبلی میں جب قادیانی کیس پیش ہوا تو وہاں بھی کام آئیں۔ باؤ تاج محمد صاحب کے ایک بھائی غالباً تاثیر نام تھا ملتان میں ہوتے تھے۔ ان سے ملاقات کے لئے ملتان تشریف لاتے تو زیادہ وقت ان کا مولانا عبدالرحیم اشعرؒ کے ہمراہ ملتان کی لائبریری میں گزرتا۔ خوب شریف النفس انسان تھے۔ شرم وحیاء، اخلاق وکردار کی بلندی کا یہ عالم تھا کہ قادیان ایسے قحبہ خانے معصیتوں کے گڑھ میں بھی سالہا سال رہے۔ لیکن دشمن بھی آپ کی پاک دامنی کا معترف رہا۔ ان کی اس ذاتی شرافت کا یہ عالم تھا کہ ان کے قادیانی شاگرد بھی ان کے وضو کے پانی سے اشنان کرنے کو سعادت گردانتے تھے۔ باؤ تاج محمد صاحب سے فقیر کو ذاتی نیازمندی کا شرف حاصل ہے۔ فقیروالی، ملتان، چنیوٹ میں آپ سے بارہا ملاقاتیں ہوئیں۔ جب بھی ملاقات ہوئی ان کی طرف سے شفقت اور فقیر کی طرف سے نیازمندی میں اضافہ ہوجاتا۔ آپ کا وصال ۱۹۸۹ء میں ہوا۔

ان کے بعد ایک بار ان کے ذاتی کتب خانہ سے بہت ساری کتابوں کا ڈھیر ملتان اٹھا لایا۔ فوٹو کرائے اور اصل واپس کر دیں۔ قاری عبدالخالق بنگہ یتیم والا واسطہ بنے۔ ارائیں برادری اور رشتہ داری باؤ صاحب کے عزیزوں سے قاری عبدالخالق صاحب رکھتے ہیں۔ یہی کام آئی اور اعتبار کا ذریعہ بنی۔ مرحوم کا کتب خانہ ان کے صاحبزادہ برادرم نثار صاحب کے پاس تھا۔ اس سال جون، جولائی ۲۰۱۲ء میں فقیر کا برطانیہ کا سفر تھا۔ واپسی پر بھاگم بھاگ چناب نگر سالانہ ختم نبوت کورس میں شمولیت کے لئے آنا پڑا۔ ملتان کے کتب خانہ میں جانے کا موقع ہی نہ ملا۔ یہاں کورس پر مولانا محمد قاسم رحمانی مبلغ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت بہاولنگر ملے۔ انہوں نے خوشخبری سنائی کہ بھائی نثار صاحب نے باؤ صاحب مرحوم کی قادیانیت وردقادیانیت کی جملہ کتب ملتان دفتر کی لائبریری کے لئے عنایت کی ہیں۔ یہ کہ وہ ملتان دفتر پہنچ چکی ہیں۔ اس خبر سے چونکا بھی ضرور، تعجب بھی ہوا۔ خوشی تو خیر ہونا ہی تھی۔ باعث تعجب یہ امر تھا کہ نثار بھائی تو ان کتابوں کو ہوا نہ لگنے دیتے تھے۔ وہ کیسے آمادہ ہوگئے؟ معلوم ہوا کہ باؤ صاحب مرحوم کی وصیت تھی کہ میری یہ کتابیں عالمی مجلس کے مرکزی کتب خانہ میں جمع کرادی جائیں۔ تعجب تو ختم ہوا۔ لیکن باؤ صاحب مرحوم سے عقیدت کے میٹر کی سوئی نے کئی چکر کاٹ لئے۔ خداوند کریم مرحوم کی تربت کو اپنی بے پناہ رحمتوں سے ڈھانپ دیں۔ بہت ہی عبقری شخصیت تھے۔ وہ نام کے نہیں کام کے صاحب علم وفضل تھے۔ زیر نظر ان کی کتاب اس جلد میں شامل کر رہے ہیں۔ ’’عمر مرزا‘‘ پر مرزا کی پیش گوئی کے تجزیہ کے لئے اس سے بہتر اور معلومات کا خزینہ کتاب فقیر کی نظر سے نہیں گذری۔ آپ کی اور کتاب بھی ہے۔ غالباً ’’قادیانیت کا پوسٹ مارٹم‘‘ یا کیا اس کا نام ہے وہ آپ کے ان مضامین کا مجموعہ ہے جو ہفت روزہ ختم نبوت میں شائع ہوتے رہے۔ فقیر احتساب قادیانیت میں صرف کتب کو جمع کر رہا ہے۔ مضامین کو جمع نہیں کر رہا ہے اور وہ مضامین کا مجموعہ ہے۔ اس لئے اس جلد میں وہ شامل نہیں ہورہی۔ لیکن اب حضرت مرحوم کی محبت غالب آرہی ہے۔ شاید کسی دوسری جلد میں اس خواہش کی تکمیل ہوجائے۔

۱۳...... داستان مرزا: حضرت مولانا عبدالمجید سوہدرویؒ نے سوال وجواب کی صورت میں یہ کتاب جون ۱۹۳۳ء میں مرتب کی۔ اس پر حصہ اوّل لکھا ہے۔ آخر میں ’’دوسرے حصہ کا انتظار فرمائیں‘‘ درج ہے۔ دوسرا حصہ میرے ہاتھ نہیں لگا۔ نہ معلوم کہ شائع بھی ہوا یا نہیں۔ مولانا موصوف نے حصہ اوّل کے ٹائٹل پر یہ تعارف درج کیا:

”مرزا غلام احمد قادیانی کا مذہب اور ان کے عقائد اس خوبی اور صراحت سے بیان کئے گئے ہیں کہ ختم کئے بغیر چھوڑنے کو جی نہیں چاہتا۔ لطف یہ کہ ہر بات مدلل اور معقول طرز بیان نہایت صاف اور سلیس پیرایہ دلکش اور سنجیدہ کہ خود بخود پڑھنے کو جی چاہے۔“

فقیر سو فیصد اس تعارف کی تائید کرتا ہے۔ جیسے سنا اس سے ہزار درجہ بہتر پایا کا مظہر یہ کتاب ہے۔

لیجئے قارئین! احتساب قادیانیت کی جلد پچاس (۵۰) میں مندرجہ ذیل حضرات کے کتب ورسائل شامل ہیں:

۱...... جناب ماہر القادری	کا	۱	رسالہ
۲...... جناب پروفیسر محمد اسماعیل	کا	۱	رسالہ
۳...... جناب میاں محمد نوشہروی	کا	۱	رسالہ
۴...... جناب ڈاکٹر نظیر صوفی	کا	۱	رسالہ
۵...... جناب ناظم مجلس تحفظ ختم نبوت کنری	کے	۲	رسائل
۶...... وفاقی حکومت پاکستان	کے	۴	رسائل
۷...... الحاج رحیم بخش ریٹائرڈ سیشن جج	کا	۱	رسالہ
۸...... جناب باؤ تاج محمد گودری	کا	۱	رسالہ
۹...... مولانا عبدالمجید سوہدرویؒ	کی	۱	کتاب

گویا ۹ حضرات کے کل ۱۳ رسائل وکتب

احتساب قادیانی کی جلد (۵۰) میں شامل اشاعت ہیں۔ فلحمدللّٰہ علیٰ ذالک!

محتاج دعاء: فقیر اللّٰہ وسایا!

۲۶ رشوال المکرم ۱۴۳۳ھ، بمطابق ۱۴ رستمبر ۲۰۱۲ء ...... مدرسہ ختم نبوت چناب نگر

دفتر مرکزیہ میں سالانہ سہ ماہی کورس

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے دفتر مرکزیہ ملتان میں حسب سابق سہ ماہی سالانہ رد قادیانیت کورس شوال المکرم ۱۴۳۴ھ کے پہلے عشرہ سے شروع ہے۔ حضرت مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی، مولانا محمد قاسم رحمانی، مولانا مفتی محمد راشد مدنی، مولانا قاضی احسان احمد، مولانا عزیز الرحمن ثانی لیکچرز دیں گے اور سہ ماہی کورس کے لئے مرتب شدہ نصابی کتب پڑھائیں گے۔ امسال وفاق المدارس کے چودہ فاضل علماء کرام شریک کورس ہیں۔

اختتام ذی الحجہ تک یہ کورس جاری رہے گا۔ حق تعالیٰ عالمی مجلس کی ان مساعی کو شرف قبولیت سے سرفراز فرمائیں۔ آمین! (ادارہ)

قادیانیت کی مختصر تاریخ!

قسط نمبر:1 — ارشد سراج الدین!

قادیانیت کا مذہب ضلع گورداسپور کے قصبہ قادیان میں بیسویں صدی کے آغاز میں پیدا ہوا۔ اس کے بانی مرزا قادیانی اپنے بارے میں لکھتے ہیں: ''میرا نام غلام احمد، والد کا نام غلام مرتضیٰ اور دادا کا نام عطاء محمد اور میرے پردادا کا نام گل محمد تھا...... ہماری قوم مغل برلاس ہے...... میری پیدائش ۱۸۳۹ء یا ۱۸۴۰ء میں سکھوں کے آخری وقت میں ہوئی۔'' (کتاب البریہ ص۱۳۴،۱۳۶ حاشیہ خزائن ج۱۳ ص۱۶۲،۱۷۷)

''میرے والد مرزا غلام مرتضیٰ صاحب دربار گورنری میں کرسی نشین بھی تھے اور سرکار انگریزی کے ایسے خیرخواہ اور دل کے بہادر تھے کہ مفسدہ ۱۸۵۷ء میں پچاس گھوڑے اپنی گرہ سے خرید کر اور پچاس جوان جنگجو بہم پہنچا کر اپنی حیثیت سے زیادہ گورنمنٹ عالیہ کی مدد دی تھی۔'' (تحفہ قیصریہ ص۱۸، خزائن ج۱۲ ص۲۷۰)

مرزا قادیانی نے اپنے گھر ہی میں متوسطات تک تعلیم پائی۔ انہوں نے مولوی فضل الٰہی، مولوی فضل احمد اور مولوی گل علی شاہ سے نحو اور منطق کی کتابیں پڑھیں۔ طب کی کتابیں اپنے والد سے پڑھیں جو ایک حاذق طبیب تھے۔ مرزا قادیانی ۱۸۶۴ء سے ۱۸۶۸ء تک سیالکوٹ میں ڈپٹی کمشنر کی کچہری میں بطور اہلمد ملازم رہے۔ دوران ملازمت انہوں نے انگریزی کی بھی ایک دو کتابیں پڑھیں۔ اسی زمانہ میں انہوں نے مختاری کا امتحان دیا۔ لیکن اس میں کامیاب نہ ہو سکے اور ملازمت سے استعفیٰ دے کر واپس قادیان آ گئے۔ قادیان میں ان کا زیادہ وقت زمینداری اور مذہبی کتابوں کے مطالعے میں گزرتا۔ (حاشیہ کتاب البریہ ص۱۳۹،۱۵۰، ملخص خزائن ج۱۳ ص۱۸۰،۱۸۱)

مرزا قادیانی کی علمی زندگی کا آغاز ۱۸۸۰ء میں ہوا۔ جب انہوں نے اپنی پہلی تصنیف ''براہین احمدیہ'' کی جلد اوّل شائع کی۔ ''براہین احمدیہ'' کی تصنیف ۱۸۷۹ء سے شروع ہوتی ہے۔ مرزا قادیانی نے اعلان کیا کہ وہ بیک وقت عیسائیت، سناتن دھرم، آریہ سماج اور برہمو سماج کی تردید اور اسلام کی صداقت میں ۳۰۰ دلائل پیش کریں گے۔ اس کتاب کی اشاعت کے لئے مرزا قادیانی نے مسلمانوں سے مالی مدد کی اپیل کی۔ انہوں نے کہا کہ یہ کتاب بڑی جامع ہوگی اور پچاس حصوں پر مشتمل ہوگی۔ لیکن چوتھے ہی حصے پر کتاب کا سلسلہ رک گیا۔ پانچواں حصہ کتاب شروع کرنے کے پورے ۲۵ سال بعد ۱۹۰۵ء میں شائع ہوا۔ اس دوران بہت سے لوگ، جو پوری کتاب (۵۰ حصوں پر مشتمل) کی قیمت داخل کرا چکے تھے، فوت ہو چکے تھے۔ مرزا قادیانی لکھتے ہیں: ''پہلے پچاس حصے لکھنے کا ارادہ تھا مگر پچاس سے پانچ پر اکتفاء کیا گیا اور چونکہ پچاس اور پانچ کے عدد میں صرف ایک نقطے کا فرق ہے، اس لئے پانچ حصوں سے وہ وعدہ پورا ہو گیا۔'' (دیباچہ براہین احمدیہ حصہ پنجم ص۷، خزائن ج۲۱ ص۹)

اس قسم کی ''نکتہ سنجیاں'' مرزا قادیانی کی تمام تعلیمات میں موجود ہیں۔ براہین احمدیہ کا مطالعہ ہمیں بتاتا ہے کہ کتاب نادر علمی تحقیقات کی بجائے کشف، الہامات، دعوؤں اور پیشین گوئیوں سے بھری ہوئی ہے۔ مصنف نے

صاف صاف اپنی شخصیت کا اشتہار دیا ہے۔ کتاب کا مرکزی مضمون یہ ہے کہ الہام کا سلسلہ نہ منقطع ہوا ہے نہ اس کو منقطع ہونا چاہئے۔ اس الہام کے بقاء اور تسلسل کے ثبوت میں وہ اپنے طویل الہامات نقل کرتے ہیں۔ یہ الہامات قرآن اور حدیث کے غیر مربوط ٹکڑوں پر مشتمل ہیں جو مرزا قادیانی کے اپنے جملے ہیں۔ وہ ہندوستانی عربی کا نمونہ ہیں اور ان میں عربی قواعد کی بھی فاش غلطیاں ہیں۔ عربی کے علاوہ اس کتاب میں دو الہام انگریزی زبان میں بھی ہیں۔

۱۸۸۴ء تک مرزا قادیانی کا دعویٰ یہ ہے کہ وہ خدا کی طرف سے مامور اور عصر حاضر کے مجدد ہیں اور ان کو حضرت مسیح علیہ السلام سے مماثلت حاصل ہے۔ (سیرۃ المہدی ج۱ ص۳۹ بروایت نمبر۴۷)

وہ حضرت مسیح علیہ السلام کے آسمان پر جانے اور دوبارہ اترنے کا عقیدہ بھی رکھتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ مرزا قادیانی کے عجیب وغریب دعاوی میں ہمیں ایک تدریج نظر آتی ہے۔ یوں لگتا ہے کہ وہ اپنے آخری دعوے کے لئے پہلے زمین ہموار کرنا چاہتے ہیں۔ مرزا قادیانی کے دعوؤں کی اگر تاریخی ترتیب قائم کی جائے تو انہیں تین مرحلوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

۱…… ۱۸۸۲ء سے ۱۸۹۰ء کے اختتام تک اس مرحلے میں مرزا قادیانی نے اپنے آپ کو خدا تعالیٰ کا الہام یافتہ قرار دیتے ہوئے مجدد اور مثیل مسیح ہونے کا دعویٰ کیا۔ ۲…… ۱۸۹۱ء سے ۱۹۰۱ء تک اس مرحلے میں مرزا قادیانی نے مسیح موعود اور مہدی ہونے کا دعویٰ کیا۔ ۳…… ۱۹۰۱ء سے ۱۹۰۸ء تک (یعنی مرزا قادیانی کی وفات تک) اس مرحلے میں آپ نے یہ نہ صرف نبی اور رسول ہونے کا دعویٰ کیا بلکہ بے شمار دعاوی کی بھرمار کردی۔

یہ دعاوی باہم متناقض (Contradictors) بھی دکھائی دیتے ہیں۔ اس کی وجہ غالباً یہ ہے کہ اگر مرزا قادیانی کے ایک دعوے پر کوئی گرفت کی جائے تو جھٹ مرزا قادیانی کا کوئی دوسرا قول پیش کر دیا جائے۔

مرزا قادیانی کے دعاوی کا ایک نمونہ ملاحظہ ہو:

۱…… ''میں نبی نہیں ہوں، بلکہ اللہ کی طرف سے محدث اور اللہ کا کلیم ہوں تا کہ دین مصطفیٰ کی تجدید کروں۔''
(آئینہ کمالات اسلام ص۳۸۳، خزائن ج۵ ص ایضاً)

۲…… ''میں مہدی ہوں۔'' (مجموعہ اشتہارات ج۳ ص۲۷۸)

۳…… ''ان لوگوں نے مجھ پر افتراء کیا ہے، جو یہ کہتے ہیں کہ میں نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔''
(حمامۃ البشریٰ ص۷۹، خزائن ج۷ ص۲۹۲)

۴…… ''ہمارا دعویٰ ہے کہ ہم نبی اور رسول ہیں۔'' (ملفوظات ج۱۰ ص۱۲۷)

۵…… ''میں آدم ہوں، میں نوح ہوں، میں ابراہیم ہوں، میں اسحق ہوں، میں یعقوب ہوں، میں اسماعیل ہوں، میں موسیٰ ہوں، میں داؤد ہوں، میں عیسیٰ ہوں، میں محمد ہوں۔'' (خزائن ج۲۲ ص۵۲۱، تتمہ حقیقت الوحی ص۸۴)

۶…… ''میری آمد کی وجہ سے ہر نبی زندہ ہوگیا، ہر رسول میرے پیراہن میں چھپا ہے۔''
(نزول المسیح ص۹۹، خزائن ج۱۸ ص۴۷۷)

۷…… ''میں زندہ علی ہوں۔'' (ملفوظات ج۲ ص۱۴۲)

۸…… ''میں اس زمانے کا حسن وحسین ہوں۔'' (ازالہ اوہام ص۶۸ حاشیہ خزائن ج۳ ص۱۳۶)

۹...... ’’اس زمانے میں خدا نے چاہا کہ جس قدر راست باز مقدس نبی گزر چکے ہیں، ایک ہی شخص کے وجود میں ان کے نمونے ظاہر کئے جائیں، سو وہ میں ہوں۔‘‘ (براہین احمدیہ حصہ پنجم ص۹۰، خزائن ج۲۱ ص۱۱۸،۱۱۷)

۱۰...... ’’خدا تعالیٰ نے بار بار میرے پر ظاہر کیا کہ جو کرشن آخری زمانے میں ظاہر ہونے والا تھا وہ تو ہی ہے، آریوں کا بادشاہ۔‘‘ (تتمہ حقیقت الوحی ص۸۵، خزائن ج۲۲ ص۵۲۲)

۱۱...... ’’میں نے کشف میں دیکھا کہ میں نے دیکھا کہ میں خدا ہوں اور یقین کیا کہ وہی ہوں۔‘‘

(کتاب البریہ ص۷۸، خزائن ج۱۳ ص۱۰۳)

مرزا قادیانی کے یہ دعاوی ایک مرتب اسکیم کے ماتحت ہیں۔ انہوں نے مجدد سے نبی بننے کی منزلوں کو طے کرنے میں بڑے صبر و تحمل اور احتیاط سے کام لیا۔ وہ اس کا اطمینان کر لینا چاہتے تھے کہ کیا لوگوں کی عقیدت اور ان کا جذبۂ اطاعت اس درجے پر پہنچ گیا ہے کہ وہ ان کے دوسرے دعاوی کی طرح نبوت کے دعویٰ کو قبول کر لیں گے۔

پہلے انہوں نے اپنی نبوت کو ظلی، غیر تشریعی اور نبوت محمدی ہی کا عکس قرار دیا۔ یوں لگتا تھا کہ جیسے وہ محض ایک روحانی مرتبے پر فائز ہونے کا دعویٰ کر رہے ہیں۔ لیکن بعد ازاں انہوں نے بعض اہم، قطعی اور متواتر احکام شریعت کو پوری قوت کے ساتھ منسوخ کرنا شروع کر دیا۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ وہ اپنے آپ کو ایسا صاحب شریعت اور صاحب امر و نہی نبی سمجھتے تھے جو قرآنی شریعت کو منسوخ کر سکتا ہے۔ چنانچہ جہاد جیسے قرآنی حکم کو انہوں نے منسوخ کرنے کا اعلان کیا۔

مرزا قادیانی کے دعوائے نبوت کا منطقی نتیجہ یہ نکلا کہ تمام مسلمان جو مرزا قادیانی کو تسلیم نہ کریں کافر بن جاتے ہیں: ’’جو ہماری فتح کا قائل نہیں ہوگا، صاف سمجھا جائے گا کہ اس کو ولد الحرام بننے کا شوق ہے اور حلال زادہ نہیں ہے۔‘‘ (انوار الاسلام ص۳۰، خزائن ج۹ ص۳۱)

’’جو شخص پیروی نہیں کرے گا اور تیری بیعت میں داخل نہیں ہوگا، وہ خدا کے رسول کی نافرمانی کرنے والا جہنمی ہے۔‘‘ (مجموعہ اشتہارات ج۳ ص۲۷۵)

مرزا قادیانی کے خلیفہ دوم مرزا بشیر الدین محمود لکھتے ہیں: ’’کل مسلمان جو حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) کی بیعت میں شامل نہیں ہوئے خواہ انہوں نے حضرت مسیح موعود کا نام بھی نہ سنا ہو، کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔‘‘ (آئینہ صداقت ص۳۵)

’’ہمارا یہ فرض ہے کہ ہم غیر احمدیوں کو مسلمان نہ سمجھیں اور ان کے پیچھے نماز نہ پڑھیں، کیونکہ ہمارے نزدیک وہ خدا تعالیٰ کے ایک نبی کے منکر ہیں۔‘‘ (انوار خلافت ص۹۰)

مرزا قادیانی کے دعاوی کی ایک اہم خصوصیت کا احساس برتری (Superiority Complex) ہے۔ ’’اعجاز احمدی‘‘ میں تو انہوں نے اپنے معجزات کو نبی کریم a کے معجزات پر ترجیح دینے کی کوشش کی ہے: ’’اور اس کے لئے چاند کے خسوف کا نشان ظاہر ہوا اور میرے لئے چاند و سورج دونوں کا، اب کیا تو انکار کرے گا؟‘‘

(اعجاز احمدی ص۷۱، خزائن ج۱۹ ص۱۸۳)

مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنی زندگی عسرت وغربت کے ساتھ شروع کی تھی، زمینداری کا بڑا حصہ نکل چکا تھا، آمدنی کا کوئی اور ذریعہ نہ تھا، وہ خود اس دور کے متعلق لکھتے ہیں: ”مجھے صرف اپنے دسترخوان اور روٹی کی فکر تھی۔“

(نزول المسیح طبع اول ص۱۱۸، خزائن ج۱۸ ص۴۹۶)

وہ پچیس (۲۵) برس سے گمنامی اور غربت کی زندگی گزار رہے تھے۔ یہ حالت اس وقت تک رہی کہ مرزا قادیانی ایک مصنف اور اسلام کے وکیل کی حیثیت سے لوگوں کے سامنے آئے۔ پھر انہوں نے ایک مبلغ اور روحانی پیشوا کی حیثیت سے شہرت حاصل کی۔ پھر انہوں نے مسیح موعود اور آخر میں مستقل پیغمبر کی حیثیت اختیار کی۔ اب ان کے حالات یکسر بدل چکے تھے۔ اب وہ ایک مذہبی گروہ (Religious Cult) کے روحانی پیشوا تھے۔ ہر طرف سے تحائف، نذرانوں اور پیشکشوں کا دریا امنڈ رہا تھا اور وہ ہزاروں آدمیوں کی روحانی عقیدت اور خلوص ومحبت کا مرکز تھے۔ اس ساری صورتحال کا انجام یہ ہوا کہ قادیانیت کا مرکز قادیان اور تقسیم ہندوستان کے بعد ربوہ ایک اہم دینی ریاست بن گیا۔ جس میں مرزا قادیانی کے خاندان کو امارت وریاست کے وہ سب لوازم، ایک مذہبی آمر اور مطلق العنان فرمانروا کے سب اختیارات اور خوش باشی وعیش کوشی کے وہ سب مواقع مہیا ہیں، جو اس زمانے میں کسی بڑے سے بڑے انسان کو حاصل ہوسکتے ہیں۔ اس دینی وروحانی مرکز کی اندرونی زندگی حسن بن صباح باطنی کے قلعہ الموت کی یاد تازہ کرتی ہے جو پانچویں صدی ہجری میں مذہبی استبداد اور عیش وعشرت کا ایک پراسرار مرکز تھا۔

مرزا قادیانی کی وفات ۱۹۰۸ء میں ہوئی۔ اس وقت تک ان کی جماعت میں کوئی باہمی اختلاف نہیں تھا۔ ان کے بعد حکیم نورالدین ان کے جانشین مقرر ہوئے۔ ان کی زندگی میں بھی کوئی اختلاف ابھر کر سامنے نہ آیا۔ ان کی وفات ۱۹۱۴ء میں ہوئی اور اس کے ساتھ ہی یہ جماعت دو شاخوں میں بٹ گئی۔ قادیانی شاخ کے سربراہ مرزا بشیرالدین محمود قرار پائے اور خواجہ کمال الدین اور مولوی محمد علی نے لاہوری شاخ قائم کی۔ لاہوری جماعت کا دعویٰ ہے کہ وہ مرزا غلام احمد قادیانی کو نبی نہیں مانتی۔ بلکہ مسیح موعود، مہدی اور مجدد مانتی ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ عقیدہ ومذہب کے اعتبار سے ان دونوں جماعتوں میں عملاً کوئی فرق نہیں ہے۔ بلکہ مرزا غلام احمد قادیانی کی زندگی میں اور ان کے بعد ان کے خلیفۂ اوّل حکیم نورالدین کے انتقال تک لاہوری گروپ کے تمام ارکان مرزا غلام احمد قادیانی کو ”نبی“ اور ”رسول“ کہتے اور مانتے رہے۔ محمد علی لاہوری صاحب عرصۂ دراز تک مشہور قادیانی رسالے ”ریویو آف ریلیجنز“ کے ایڈیٹر رہے اور اس عرصے میں انہوں نے بے شمار مضامین میں مرزا قادیانی کی نبوت ورسالت کے قائل ہونے کا اعلان کیا۔ لاہوری جماعت کو اس وقت جماعت قادیان کے عقائد پر کوئی اعتراض نہ تھا۔ جھگڑا صرف اس بات پر تھا کہ تمام اختیارات انجمن احمدیہ کو دیئے جائیں نہ کہ خلیفہ کو۔ لیکن مرزا بشیرالدین محمود نے اس تجویز کو منظور نہ کیا تو محمد علی لاہوری ان سے الگ ہوگئے اور اپنے سابقہ عقائد اور تحریروں سے رجوع اور توبہ کا اعلان کئے بغیر یہ کہنا شروع کردیا کہ ہم مرزا غلام احمد قادیانی کو نبی نہیں بلکہ مسیح موعود، مہدی اور مجدد مانتے ہیں۔ لیکن ان کا یہ مؤقف ایک لفظی ہیرپھیر سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتا۔ بنیادی بات یہ ہے کہ وہ مرزا قادیانی کو سچا اور واجب الاطاعت سمجھتے ہیں

اور مرزا قادیانی نے واضح الفاظ میں نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔ لہٰذا قادیانی اور لاہوری گروہ کے عقائد کا اختلاف محض زبان (Language) اور الفاظ کا اختلاف ہے۔ معنی، مفہوم اور عملی نتائج کے لحاظ سے دونوں ایک گروہ ہیں۔

مرزا قادیانی کا اسلوب بیان

مرزا قادیانی کے ارشادات پانچ زبانوں میں ملتے ہیں۔ عربی، فارسی، اردو، انگریزی، پنجابی۔ پنجابی میں صرف ایک آدھ الہام ہے۔ عربی میں مرزا قادیانی نے بہت کچھ لکھا ہے۔ خطبہ الہامیہ، سورۃ فاتحہ کی تفسیر، اعجاز المسیح اور چند دیگر قصائد ومقالات۔ چونکہ کسی غیر زبان پر پوری قدرت حاصل کرنا دشوار ہے اس لئے زبان ومحاورے کی لغزشیں پائی جاتی ہیں۔ کہیں فعل وفاعل میں تطابق نہیں، کہیں ضمیر ومرجع میں ہم آہنگی نہیں اور کہیں پنجابی محاورات کو عربی میں منتقل کر دیا ہے۔ مرزا قادیانی کے کلام میں حشو وزوائد بھی بے شمار ہیں۔ یہاں تک ان کے ہاں مہمل اور بے معنی جملوں کی بھی کمی نہیں۔ ملاحظہ کیجئے: ''اور ان (کامل لوگوں) کی روح کو خداتعالیٰ کی روح کے ساتھ وفاداری کا ایک راز ہوتا ہے۔'' (ازالہ اوہام ص۳۳۶، خزائن ج۳ ص۳۲۷)

''تیری ذریت کو بڑھائے گا اور من بعد تیرے خاندان کا تجھ سے ہی ابتداء قرار دیا جائے گا۔''

(ازالہ اوہام ص۶۳۴، خزائن ج۳ ص۴۴۲)

مرزا قادیانی کے عربی الہامات کا مطالعہ کیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ بے شمار جگہوں پر آیات قرآنی ''نازل'' ہوئیں اور بیسیوں جگہوں پر مقامات حریری وبدیعی کے جملے کے جملے اور شعرائے جاہلیت کے مصرعے مرزا قادیانی پر اترے۔ جہاں انہوں نے خود لکھنا چاہا وہاں ''ہندوستانی عربی'' میں لکھا اور صرف ونحو کی فاش غلطیاں کیں۔ فصاحت وبلاغت کے اعلیٰ معیار نہ سہی، کم از کم درست اور بامعنی نثر کی توقع کرنا تو ایک قاری کا حق ہے۔

اس سے بھی زیادہ تشویشناک بات مرزا قادیانی کی گالی گلوچ اور لعن طعن سے بھرپور زبان ہے۔ ملاحظہ کیجئے: ''کل مسلمانوں نے مجھے قبول کیا اور میری دعوت کی تصدیق کر لی مگر کنجریوں اور بدکاروں کی اولاد نے مجھے نہیں مانا۔'' (آئینہ کمالات اسلام ص۵۴۷، ۵۴۸، خزائن ج۵ ص۵۴۷، ۵۴۸)

''بلاشبہ تمہارے دشمن بیابانوں کے خنزیر ہوگئے اور ان کی عورتیں کتیوں سے بھی بڑھ گئیں ہیں۔''

(نجم الہدیٰ ص۵۳، خزائن ج۱۴ ص۵۳)

''جو شخص ہماری فتح کا قائل نہ ہوگا تو صاف سمجھا جائے گا کہ اس کو ولد الحرام بننے کا شوق ہے۔''

(انوار الاسلام ص۳۰، خزائن ج۹ ص۳۱)

یہ نازیبا الفاظ کس قسم کے شخص کے قلم سے نکل سکتے ہیں؟ ایک شریف اور مہذب انسان اس طرح کی بدزبانی کا مرتکب ہو ہی نہیں سکتا۔ مرزا قادیانی نے للکار للکار کر علماء کو گالیاں دیں۔ ایک صاحب منشی الٰہی بخش نے مرزا قادیانی کی تحریروں سے ان گالیوں کو ردیف وار جمع کیا۔ مرزا قادیانی کی محبوب گالیاں تو بہت سی تھیں۔ لیکن بڑی گالی یہ تھی کہ جو انہیں نہیں مانتا وہ زانیہ کی اولاد ہے۔ وہ تسلسل سے دوسروں کو حرامزادہ کہتے۔ حتیٰ کہ بعض پمفلٹ صرف گالی تھے۔ نتیجتاً عیسائیوں اور آریوں کو پراپیگنڈہ کرنے کا موقع ملا کہ اسلام میں پیغمبروں کی زبان یہی رہی ہے۔

نامور سابق قادیانی رانا عظمت اللہ مجاہد ایڈووکیٹ کا قبول اسلام!

عبدالقیوم عاصم!

’’چوہڑے کے گھر اور بادشاہ کے محل کا کیا موازنہ‘‘

بہت سارے لوگوں کے لئے یہ بات شاید عام ہو کہ جب سے قادیانیت امت مسلمہ کی طرف سے متفقہ طور پر غیر مسلم اور اقلیت تسلیم کی جاچکی ہے۔ تو اب ہم اس معرکہ کفر واسلام سے سبکدوش ہو چکے ہیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ امت مسلمہ نے قادیانیت کی زہر کو ہمیشہ بھرپور ختم کرنے کی کوشش کی اور ہر خاص وعام کو اس کے مہلک دجل اور اجتماعی نقصانات کو آشکارا کرنے کی کوشش کی۔ یہ فتنہ اپنی موت مرچکنے کے قریب ہے۔ لیکن روئے زمین پر یہ وہ وبائی زہر ہے جس کی غلاظت کے چھینٹے جس جس پر، جتنے جتنے اور جہاں جہاں پڑے۔ اس نے ایک وبائی شکل اختیار کرلی۔ شیطان کو ابن آدم کی گمراہی کے لئے جو وافر اور ارزاں سامان قادیانیت مہیا کرتی ہے۔ اس کی نظیر امت مسلمہ کی چودہ سوسالہ تاریخ میں نہیں ملتی۔ علمائے حقہ روز اول سے اپنی ذمہ داریاں ادا کر رہے ہیں۔ لیکن جب تک امت مسلمہ انفرادی حیثیت میں اس اجتماعی مسئلہ کو اپنا بنیادی مسئلہ نہیں سمجھتی اور اس فتنہ عظیمہ کو اپنے سر پر سوار کر کے قرآن وحدیث کے تریاق سے دھو نہیں ڈالتی۔ قادیانیت کی بدبو نت نئے نام سے امت مسلمہ کے افراد کو گمراہ کرتی رہے گی۔

یہ ناقابل تردید حقیقت ہے کہ اگر نفس کا بندہ محض دنیا کے لئے محنت کرے تو اس محنت کو شکل مل جاتی ہے اور یہ کیسے ممکن ہے کہ جس فتنہ کے خاتمہ کے لئے انبیاء کرام علیہم السلام کے بعد سب سے مقتدر ہستی سیدنا صدیق اکبرؓ نے جو سعی جمیلہ فرمائی تھی اور کاذبان نبوت کا خاتمہ فرمایا تھا۔ اب یہ کیسے ممکن ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ a کو خاتم النبیین ماننے والے اگر یہ ذمہ داری ادا کریں تو اب ذوالجلال اسے آب یاری نہ بخشے۔

جہاں قادیانیت اپنے مہلک اثرات چھوڑتی ہے تو ساتھ ہی اللہ تعالیٰ کا غیبی نظام ہدایت کے ساماں پیدا فرمادیتا ہے۔ علامہ اقبالؒ نے انہی لوگوں کے بارے کہا تھا کہ: ’’اگر کعبہ کے پاسبان اپنی ذمہ داری چھوڑ دیتے ہیں تو کبھی کبھار اسے اپنے پاسبان صنم خانے سے بھی مل جاتے ہیں۔‘‘

قادیانیت کے صنم خانے سے اٹھ کر سوئے ہدایت آنے والا رانا عظمت اللہ بھی انہی خوش بختوں میں سے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے نور اسلام سے منور ومشرف کیا۔ توبہ اور رجوع إلی اللہ کی توفیق بخشی۔ ابدی نار جہنم بننے والا ہمیشہ ہمیشہ خلد بریں میں جانے والا بن گیا۔ اپنے پیارے آقا دو جہاں a کے عشق ومحبت کی آگ اٹھی اور دائیں بائیں پھیلتی گئی۔ ایمان چمن میں بہار آئی تو خوشبوئیں دور دور تک پھیلتی گئیں۔ عقیدہ ختم نبوت کو مقصد حیات بنانے والوں کے گھروں میں جہاں گھی کے چراغ جلے تو وہیں قادیانیت کا کفرستان اس کی کاری ضرب سے محو حیرت ہوا۔ ان کے قبول اسلام کی روداد سوائے اس کے کچھ نہیں ہے کہ: ’’گھر کا بھیدی لنکا ڈھائے‘‘

رانا عظمت اللہ قادیانی گھرانے میں پیدا ہوئے۔ ان کے پردادا نے قادیانیت کو قبول کیا۔ پھر یہ سرطان (نہایت تکلیف دہ اور مہلک پھوڑا) سارے خاندان میں پھیل گیا اور اس نے وبائی شکل اختیار کر لی۔ نسل در نسل منتقل ہوتا رہا۔ رانا عظمت اللہ پر بھی اس کا شدید حملہ ہوا۔ مگر بچانے والا بہت بڑا ہے۔ اس نے اپنے فضل وکرم سے بچا کر گلشن اسلام میں پہنچا دیا۔

رانا عظمت اللہ سے میری ملاقات بھائی ریاست علی نمبردار پیلو وینس کی موجودگی میں محترم شمس الدین (جو کہ موجودہ قادیانی جانشین مرزا مسرور احمد کے رضاعی بھتیجا ہیں) کے مکان پر ہوئی۔

رانا صاحب نے قبول اسلام کی روداد بیان کرتے ہوئے بتایا کہ: ’’میں نے چک نمبر۱۰۹ ر، ب، جڑانوالہ قادیانی گھرانے میں آنکھ کھولی۔ بدقسمتی سے میرے پردادا نے اس سرطان کو سوچے سمجھے بغیر قبول کیا تھا۔ پھر یہ سرطان پھیلتا پھیلتا نسل در نسل مجھے بھی ورثہ میں ملا۔ اس چک کو میرے آباؤ اجداد نے ہی آباد کیا۔ جب میں نے ہوش سنبھالا تو مجھے معلوم ہوا کہ میرے والدین اور خاندان کے دوسرے لوگ بھی قادیانی ہیں اور ہمارا دوسرے مسلمانوں سے دینی اور دنیوی کوئی تعلق نہیں ہے۔ ہم مسلمانوں کی نماز جنازہ پڑھنا حرام سمجھتے تھے۔ مسلمانوں کی غم وخوشی میں شرکت حرام سمجھتے تھے۔ مجھے یہ دیکھ کر بڑی حیرت ہوئی تھی کہ مسلمانوں کی مسجد نمازیوں سے بھری ہوتی تھی اور کردار کے لحاظ سے بھی بہت اچھے تھے اور ہماری عبادت گاہ میں بہت تھوڑے نمازی ہوتے تھے اور ہمارے نمازیوں کی اکثریت بدکردار تھی۔ ہماری عبادت گاہ کے قریب آم اور مالٹے کے باغات تھے۔ ہماری عبادت گاہ کا مؤذن اذان دے کر کبھی کبھی باغ سے مالٹے چوری کرتا اور مالٹے گھر رکھنے کے بعد باجماعت نماز ادا کرتا۔ ایک دن آم چوری کرتا ہوا پکڑا گیا۔ جس سے ہماری جماعت کو بہت شرمندگی اٹھانی پڑی۔

محترم منظور احمد صاحب میرے مخلص دوست تھے اور مخلص مسلمان بھی تھے اور رشتہ دار بھی تھے۔ اتفاق سے ہم دونوں کسی کام کے سلسلہ میں فیصل آباد گئے۔ منظور احمد صاحب نے وہاں ایک بزرگ سے میری ملاقات کروائی۔ اس بزرگ نے مجھے گلے لگا کر پوچھا کہ کیا آپ کے دل میں پیارے آقا محمد رسول اللہ a کی محبت ہے۔ میں نے جواب دیا ساری دنیا جہاں سے زیادہ محبت ہے۔ انہوں نے نصیحت کی کہ: ’’اس بات پر قائم رہنا‘‘ اللہ تعالیٰ آپ کو دین ودنیا میں کامیاب کرے گا۔ ان بزرگوں کی یہ بات میرے دل میں گھر کر گئی۔ ہر آئے دن میرے دل میں اپنے پیارے آقا حضرت محمد رسول اللہ a کی محبت بڑھتی گئی۔ مرزا غلام احمد قادیانی اور مرزائیت سے میں دور ہوتا گیا۔ مرزائیت کے تمام عیوب میرے سامنے آئینہ کی طرح تھے۔ مگر قادیانیت چھوڑنے کی ہمت نہیں پڑ رہی تھی۔

فیصل آباد میں میرے اور دوست احباب بھی تھے۔ قادیانی جماعت نے جاسوسی کے لئے مختلف مساجد میں ہماری ڈیوٹیاں لگا رکھی تھیں کہ جمعہ کی نماز پڑھ کر دوبارہ اپنی نماز پڑھنا۔ علماء کرام کی تقاریر نوٹ کرنا کہ ہماری جماعت کے بارے کیا کہتے ہیں۔ تاہم پوری طرح جاسوسی کرتے اور اپنی جماعت کو رپورٹ دیتے تھے۔

ایک دفعہ میں گھر آیا کہ کیا دیکھتا ہوں کہ ’’عقیدہ ختم نبوت‘‘ کے عنوان کی ایک کتاب ہمارے گھر پڑی ہے۔ ایسی کتاب میں نے زندگی میں پہلی بار دیکھی تھی۔ مسلمان علماء کرام کی لکھی ہوئی کتابیں پڑھنے سے سخت منع کیا

گیا تھا۔ ہم صرف اپنی جماعت کی کتابیں (لٹریچر) پڑھتے تھے۔ میں یہ کتاب دیکھ کر حیران ہوا۔ امی جان نے پوچھنے پر بتایا کہ میری ایک مسلمان سہیلی ہے۔ وہ آئی تھی۔ معلوم نہیں وہ دانستہ یہ کتاب رکھ گئی ہے یا غیر دانستہ رکھ گئی ہے۔ میں نے کتاب کو بڑے غور وفکر سے اور خالی الذہن ہو کر پڑھنا شروع کیا کہ اس میں کیا لکھا ہے۔ جوں جوں کتاب پڑھتا گیا میرے دل سے کفر کا زنگ اترتا گیا۔ اس کتاب میں ۲۶ر احادیث ختم نبوت کے عنوان پر درج تھیں۔ جو عقیدہ ختم نبوت کے مفہوم کو واضح کر رہی تھیں۔ کتاب کے مؤلف کا نام یاد نہیں۔ اللہ تعالیٰ مؤلف کو غریق رحمت کرے۔ آمین!

کتاب میں لکھا تھا کہ: ’’عقیدہ ختم نبوت اسلام کی بنیاد واساس ہے جس پر مکمل ایمان رکھے بغیر کوئی شخص مسلمان نہیں ہوسکتا۔ قرآن مجید کی ۱۰۰ر آیات اور ۲۰۰ر سے زائد احادیث مبارکہ سے ثابت ہے کہ حضور نبی کریم a اللہ تعالیٰ کے آخری نبی اور رسول ہیں۔ آپ a کے بعد کسی قسم کا کوئی نیا نبی نہیں۔ پہلے نبی حضرت آدم علیہ السلام اور آخری نبی اور رسول حضرت محمد رسول اللہ a ہیں۔ نبوت اور رسالت کا سلسلہ آپ a پر ختم کردیا گیا ہے۔ تمام صحابہ کرامؓ تابعینؒ تبع تابعینؒ محدثینؒ، متکلمینؒ، علماء کرام، صوفیاء کرام، سمیت پوری امت مسلمہ کا اس بات پر اجماع رہا ہے کہ حضور اکرم a کی بعثت کے ساتھ نبوت اور رسالت کا دروازہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے بند ہوگیا اور آپ a کے بعد کسی شخص کو اس منصب پر فائز نہیں کیا جائے گا۔ جس طرح قرآن مجید کی نصوص قطعیہ سے عقیدہ ختم نبوت ثابت ہے۔ بالکل اسی طرح یہ عقیدہ حضور a کی احادیث متواترہ سے بھی ثابت ہے۔ آپ a فرماتے ہیں کہ میں خاتم النبیین ہوں۔ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ (ابوداؤد ج۲، ص۲۲۸) مجھے تمام مخلوق کی طرف مبعوث کیا گیا اور مجھ پر نبیوں کا سلسلہ ختم کردیا گیا۔ (مشکوٰۃ ص۵۱۲) رسالت اور نبوت ختم ہوچکی ہے۔ پس میرے بعد نہ کوئی رسول اور نہ نبی۔ (ترمذی ج۲ ص۵۱) میں آخری نبی ہوں اور تم آخری امت ہو۔ (ابن ماجہ ص۲۹۷)‘‘

کتاب ’’عقیدہ ختم نبوت‘‘ میں یہ لکھا تھا کہ آپ a آخرالانبیاء کس طرح ہوسکتے ہیں۔ حالانکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آخر زمانہ میں آسمان سے اتریں گے۔ تو آپ a آخرالانبیاء کس طرح ہوئے؟ اس کا بھرپور جواب درج تھا کہ آخرالانبیاء کے یہ معنی ہوئے کہ آپ a کے بعد کسی بھی شخص کو نئے سرے سے نبی نہ بنایا جائے گا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آپ a سے پہلے نبی بنائے گئے۔ اس لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دوبارہ آنے سے ختم نبوت کی مہر نہیں ٹوٹتی اور حضرت محمد رسول اللہ a ہی آخری نبی ہوئے۔ آپ a کے بعد اگر کوئی نئے سرے سے دعویٰ نبوت کرے۔ تو وہ دائرہ اسلام سے خارج سمجھا جائے گا۔ جیسا کہ مرزا قادیانی نے دعویٰ نبوت کیا اور دائرہ اسلام سے خارج ٹھہرایا گیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دوبارہ تشریف لاکر اپنی نبوت کے احکام نافذ نہیں فرمائیں گے۔ بلکہ خود بھی شریعت محمدیہ پر عمل پیرا ہوں گے اور دجال کو قتل کریں گے اور حاکم عادل ہوں گے۔ حضور نبی اکرم a فرماتے ہیں کہ:

’’میری مثال مجھ سے پہلے انبیاء کے ساتھ ایسی ہے جیسے کسی شخص نے گھر بنایا اور اس کو بہت عمدہ آراستہ وپیراستہ کیا۔ مگر اس کے ایک گوشہ میں ایک اینٹ کی جگہ تعمیر سے چھوڑ دی۔ پس لوگ اس کے دیکھنے کو جوق در جوق

آتے ہیں اور خوش ہوتے ہیں اور کہتے جاتے ہیں کہ یہ ایک اینٹ بھی کیوں نہ رکھ دی گئی۔ (تا کہ مکان کی تعمیر مکمل ہو جاتی) چنانچہ میں نے اس جگہ کو پر کیا اور مجھ سے ہی قصر نبوت مکمل ہوا اور میں ہی خاتم النبیین ہوں (یا) مجھ پر تمام رسل ختم کر دیئے گئے۔ (بخاری، مسلم)‘‘

اس حدیث مبارکہ کو پڑھ کر میں سوچ میں پڑ گیا۔ اس حدیث مبارکہ سے ہر قسم کی نبوت کا خاتمہ ہو چکا ہے۔ آنحضرت a نے کس بلیغ تمثیل کے ساتھ تمام اوہام کا استیصال فرمایا ہے۔ کیونکہ اس تمثیل کا حاصل یہ ہے کہ نبوت ایک عالی شان محل کی طرح پر ہے۔ جس کے ارکان انبیاء علیہم السلام ہیں۔ آنحضرت a کے اس عالم میں تشریف لانے سے پہلے یہ محل بالکل تیار ہو چکا تھا اور اس میں صرف ایک اینٹ کے سوا اور کسی قسم کی گنجائش تعمیر میں باقی نہیں تھی جس کو آنحضرت a نے پورا فرما کر قصر نبوت کی تکمیل فرمادی۔ اب اس میں نہ نبوت تشریعیہ کی گنجائش ہے اور نہ غیر تشریعی، نہ ظلی نہ بروزی۔ یہ حدیث جس طرح نبوت تشریعیہ کے انقطاع کے لئے روشن دلیل ہے۔ اسی طرح ہر قسم کی نبوت کے اختتام کا اعلان ہے۔

یہی حدیث مبارکہ میری ہدایت کا سبب بنی۔ میں مرزائیت سے دور ہوتا گیا۔ جو شخص جتنا مرزا قادیانی سے دور ہوتا ہے۔ وہ اتنا ہی نبی کریم a سے قریب ہوتا ہے۔ مرزا قادیانی سے جتنی نفرت زیادہ ہوتی ہے۔ اسی قدر پیارے آقا a سے محبت زیادتی ہوتی ہے۔ جتنی قادیان سے نفرت زیادہ ہوگی۔ اتنی ہی مدینہ منور سے محبت زیادہ ہوگی۔ میرا ہر قدم اپنے پیارے نبی a کی طرف اٹھ رہا تھا اور میں یہ سوچنے پر مجبور ہو گیا کہ ہم قادیانی کتنے بدنصیب اور بدبخت ہیں۔ جنہوں نے اپنے پیارے رسول a کی احادیث مبارکہ کو مرزا قادیانی کے کہنے پر پس پشت ڈال رکھا ہے۔ بظاہر ہم کہتے ہیں کہ ہم احادیث کو مانتے ہیں۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ ہم صرف وہ احادیث مانتے ہیں جن کو مرزا قادیانی درست کہتے ہیں۔ جو حدیث مرزا قادیانی کی تعلیم کے خلاف ہو۔ ہم اسے ردی میں پھینک دیتے ہیں۔ کیونکہ مرزا قادیانی کو اختیار دیا گیا ہے کہ ذخیرہ احادیث میں سے جس حدیث کو چاہے درست قرار دے اور جس کو چاہے غلط۔ وہ حدیث پر حکم ہو کر آیا ہے۔ (معاذ اللہ) درحقیقت ہم حدیث رسول a کے منکر ہیں۔ یہی ہماری بدنصیبی تھی۔

پھر میں ایک دن جمعۃ المبارک کی نماز پڑھنے کے لئے جامع مسجد میں گیا۔ ایک عالم دین سیرت النبی a کے عنوان پر تقریر فرما رہے تھے۔ تقریر سن کر میں بے حد متاثر ہوا۔ قادیانیت کا بت میں نے دل سے نکال کر توڑ دیا اور اپنا ایمانی رشتہ پیارے مدنی a سے جوڑ لیا۔ اللہ تعالیٰ کے حضور تائب ہوا اور نور اسلام سے مشرف ہوا۔ بوئے اسلام لے کر میں اپنے گاؤں پہنچا۔ سب قادیانیوں کو اکٹھا کر کے اپنے قبول اسلام کی داستان ان کو سنائی۔ دعوت اسلام ان پر پیش کی اور انہیں بتایا قادیانیت یہودیت کا چربہ ہے۔ مرزا قادیانی ایک کتب فروش ہے۔ مرزا قادیانی کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ یہ ایک سیاسی جماعت ہے۔ عیسائیوں اور یہودیوں کے مفاد کے لئے کام کر رہی ہے۔ مرزا قادیانی نے خود بھی تسلیم کیا ہے کہ میں انگریز کا خود کاشتہ پودا ہوں۔ اجرائے نبوت اور وفات عیسیٰ علیہ السلام کی بحث صرف اس لئے کی جاتی ہے کہ مرزا قادیانی کا کردار لوگوں کی نظروں سے اوجھل رہے۔ اسی

لئے کوئی قادیانی مبلغ مرزا قادیانی کی سیرت پر مناظرہ کرنے کے لئے آمادہ نہ ہوتا۔ قادیانیوں کو مزید بتایا کہ الحمدللہ! میں قادیانیت سے تائب ہو کر اسلام میں داخل ہو چکا ہوں۔ میرا قادیانیت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ مرزا قادیانی کے تمام دعوے جھوٹے ہیں۔ خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے جس نے قادیانیت سے نجات دی۔ قادیانیوں نے میری ان باتوں کو مذاق سمجھا۔ بعد میں ان کو یقین ہو گیا کہ میں نے قادیانیت پر چار حرف بھیج کر چھوڑ دیا ہے۔ یہ باتیں میرے اہل خانہ پر بھی ناگوار گزریں۔ گھر والوں سے اچھا خاصا جھگڑا ہوا۔ آخر گھر چھوڑ کر لاہور منتقل ہوا۔ ترک قادیانیت کے اسباب میں سے ایک سبب مرزا قادیانی کی تضاد بیانیاں ہیں۔ روحانی خزائن (قادیانی کتب) تضادات سے پر ہیں۔ نمونہ کے طور پر چند ایک پیش کئے دیتا ہوں:

۱...... ’’میں حلفاً کہتا ہوں میرا کوئی استاد نہیں۔‘‘ (ایام صلح ص۱۴۷، خزائن ج۱۴ ص۳۹۴)

تضاد...... ’’میرے کئی استاد ہیں جو میرے لئے نوکر رکھے گئے۔ (فضل الٰہی، فضل احمد، گل علی شاہ، امیر شاہ)‘‘ (کتاب البریہ ص۱۴۸تا۱۵۰، خزائن ج۱۳ ص۱۷۹تا۱۸۱)

۲...... ’’حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے وطن گلیل میں فوت ہو گئے۔‘‘ (ازالہ اوہام ص۴۷۳، خزائن ج۳ ص۳۵۳)

تضاد...... ’’حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر بلاد شام میں موجود ہے۔‘‘ (اتمام الحجہ ص۱۸، خزائن ج۸ ص۲۹۶،۲۹۷)

’’حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر یروشلم میں ہے۔‘‘ (اتمام الحجہ ص۲۱، خزائن ج۸ ص۲۹۹)

’’حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر کشمیر میں ہے۔‘‘ (راز حقیقت ص۲۰، خزائن ج۱۴ ص۱۷۲)

۳...... ’’لد سے مراد بیت المقدس کا ایک گاؤں ہے۔‘‘ (ازالہ اوہام ص۲۲۰، خزائن ج۳ ص۲۰۹)

تضاد...... ’’لد سے مراد لدھیانہ (ہندوستان کا ایک گاؤں ہے)‘‘ (الہدیٰ ص۹۲، خزائن ج۱۸ ص۳۴۱ حاشیہ)

۴...... ’’میرا نام غلام احمد ولد غلام مرتضیٰ ہے۔‘‘ (کتاب البریہ ص۱۳۴، خزائن ج۱۳ ص۱۶۲)

تضاد...... ’’اگر قرآن نے میرا نام ابن مریم نہیں رکھا تو میں جھوٹا ہوں۔‘‘ (تحفۃ الندوہ ص۵، خزائن ج۱۹ ص۹۸)

۵...... ’’ہمیں محمدؐ کے بعد کسی نبی کی حاجت نہیں ہے۔‘‘ (حمامۃ البشریٰ ص۴۹، خزائن ج۷ ص۲۴۴)

تضاد...... ’’وحی الٰہی نے میرا نام محمدؐ رکھا ہے۔‘‘ (تذکرہ ص۳۸۱)

۶...... ’’اور ہمارے رسول کے بعد کوئی نبی کیسے آسکتا ہے۔ جبکہ آپ کی وفات کے بعد وحی منقطع ہو گئی اور اللہ نے آپ کے ذریعے نبیوں کا سلسلہ ختم کر دیا ہے۔‘‘ (حمامۃ البشریٰ ص۲۰، خزائن ج۷ ص۲۰۰)

تضاد...... ’’یہ کس قدر لغو اور باطل عقیدہ ہے کہ ایسا خیال کیا جائے بعد آنحضرت a وحی الٰہی کا دروازہ ہمیشہ کے لئے بند ہو گیا ہے۔‘‘ (براہین احمدیہ ج۵ ص۱۸۳، خزائن ج۲۱ ص۳۵۴)

۷...... ’’کم فہم لوگ مجھے مسیح موعود خیال کرتے ہیں‘‘ (ازالہ اوہام ص۱۹۰، خزائن ج۳ ص۱۹۲)

تضاد...... ’’میرا دعویٰ ہے کہ میں مسیح موعود ہوں۔‘‘ (تحفہ گولڑویہ ص۱۱۸، خزائن ج۱۷ ص۲۹۵)

۸...... ’’حضرت مسیح آسمان سے اتریں گے۔‘‘ (ازالہ اوہام ص۸۱، خزائن ج۳ ص۱۴۲)

تضاد...... ’’حضرت مسیح کا نزول آسمان سے نہیں ہوگا۔‘‘ (حمامۃ البشریٰ ص۲۴، خزائن ج۷ ص۲۰۶)

9...... ’’میری دادیاں مغلیہ خاندان سے تھیں۔‘‘ (حقیقت الوحی ص۲۰۱، خزائن ج۲۲ ص۲۰۹ حاشیہ)

تضاد...... ’’میری دادیاں سادات سے تھیں۔‘‘ (نزول المسیح ص۴۹، خزائن ج۱۸ ص۴۲۶ حاشیہ)

۱۰...... ’’دابۃ الارض سے مراد طاعون۔‘‘ (نزول المسیح ص۳۹، خزائن ج۱۸ ص۴۱۶)

تضاد...... ’’دابۃ الارض سے مراد علماء سوء۔‘‘ (حمامۃ البشریٰ ص۸۶، خزائن ج۷ ص۳۰۸)

مرزا قادیانی نے خود ہی لکھا تھا کہ ایک دل سے دو متناقض باتیں نہیں نکل سکتیں۔ کیونکہ ایسے طریق سے انسان پاگل کہلاتا ہے یا منافق۔ اس فیصلے سے مجھے اتفاق ہوگیا کہ یہ شخص پاگل بھی ہے اور منافق بھی۔

میں کبھی کبھی اپنے گاؤں آتا تھا۔ گھر والے قادیانیت چھوڑنے کی وجہ سے ناراض تھے۔ انہی دنوں میری شادی ایک مسلمان گھرانے میں ہوگئی۔ گو کہ والدین ناراض تھے۔ پھر بھی انہوں نے میری شادی میں بھرپور شرکت کی۔ شادی کے بعد میں نے اپنی مستقل رہائش لاہور میں رکھ لی۔ کچھ عرصہ بعد والدہ محترمہ کو اپنے گھر لے آیا اور ان پر اسلام کی حقیقت پیش کی۔ انہوں نے اسلام کو دل و جان سے قبول کرلیا۔ میری خوشیوں کی انتہا تھی کہ رب ذوالجلال نے والدہ کو جنت کا مستحق بنادیا ہے۔ والدہ کے قبول اسلام کے بعد اہلیہ اور والدہ سمیت عمرہ کی سعادت نصیب ہوئی۔

عمرہ پر جاتے ہوئے والد نے مرزا قادیانی کی طرح کہا کہ مجھے الہام ہوا ہے کہ تمہارا جہاز گر جائے گا یا تمہارے خیمہ کو آگ لگ جائے گی۔ تم پاکستان واپس نہیں آسکو گے۔ اللہ تعالیٰ نے ہماری مدد فرمائی۔ ہم بخیریت گھر واپس آگئے۔ مرزا قادیانی کے الہاموں اور پیش گوئیوں کی طرح والد صاحب کا الہام اور پیش گوئی جھوٹی ثابت ہوئی۔ والد کو جب اپنے جھوٹے الہام کی طرف توجہ دلائی تو مرزا قادیانی کی طرح تاویل کرتے ہوئے کہہ دیا کہ میں نے تمہارے لئے خیریت سے واپس آنے کی دعا مانگی تھی۔ والدہ صاحبہ سے جب پوچھا گیا کہ مکہ اور قادیان میں کیا فرق ہے؟ والدہ صاحبہ نے کہا کہ: ’’چوہڑے کے گھر اور بادشاہ کے محل کا کیا موازنہ۔‘‘

آخری گزارش!

میں نے قادیانیت میں رہ کر جو دیکھا اسے من وعن پیش کردیا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ کوئی سعید روح ان سطور کو پڑھ کر قادیانیت کی پرخار وادی سے نکلنے کی کوشش کرے اور جو قادیانیت میں پھنسنے کے بعد اللہ تعالیٰ کی توفیق سے نکل چکے ہیں۔ انہیں استقامت نصیب فرمائے۔ آمین!

حضرت مولانا احمد میاں حمادی کیلئے دعائے صحت

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی مرکزی مجلس شوریٰ کے رکن، بزرگ عالم دین، مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا احمد میاں حمادی صاحب مدظلہ گزشتہ ماہ سے دل کے عارضہ میں علیل ہیں۔ اب اللہ تعالیٰ کے فضل سے صحت عود کر رہی ہے۔ لیکن کمزوری بدستور ہے۔ قارئین سے درخواست ہے کہ وہ حضرت مولانا مدظلہ کی صحت کاملہ کے لئے دعا فرمائیں۔ (ادارہ)

تبصرہ کتب!

تبصرہ کے لئے دو کتابوں کا آنا ضروری ہے……ادارہ!

آفتاب ہدایت کے ۳۱۳ روشن ستارے: مولف: مولانا حافظ محمد اسحق ملتانی: صفحات: ۶۲۴: قیمت درج نہیں: ناشر: ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان!

رحمت دو عالم a نے اپنے تمام صحابہ کرامؓ کو ”اصحابی کالنجوم“ کہ میرے صحابہؓ ستاروں کی مانند ہیں فرما کر ان مقدس نفوس اور محسنین امت کو اعزاز بخشا۔ حلیۃ الاولیاء سے ایک سو صحابہ کرامؓ کے حالات کو عربی سے اردو میں مولانا محمود صاحب نے منتقل کیا۔ مزید صحابہ کرامؓ کے حالات جمع کرنے کرانے کا کام حضرت مؤلف نے سرانجام دیا تو مقدس جماعت صحابہ کرامؓ میں سے ۳۱۳ صحابہ کرامؓ کے حالات اس کتاب میں جمع ہوگئے۔ جو بہت ہی اہم علمی خدمت ہے۔ صحابہؓ و اہل بیتؓ کی محبت اہل سنت کے ایمان کا حصہ ہے اور یہ کتاب مطالعہ کرنے کے بعد ایمان کو تازگی نصیب ہوگی پڑھیں کہ بہت ہی اہم کام ہے جو مولف سے اللہ تعالیٰ نے لیا۔ اللہ تعالیٰ بہت ہی برکتوں سے سرفراز فرمائیں۔ آمین!

میری امی جان حفصہؓ: مولف: انجم نیازی: ملنے کا پتہ: مکتبہ امام اہل سنت، مکتبہ ماہنامہ الشریعۃ اکیڈمی جامع مسجد شیرانوالہ باغ گوجرانوالہ!

جناب نیازی صاحب نے ام المومنین سیدہ حفصہؓ کے حالات کو منظوم کلام میں پیش کیا ہے۔ ابتدائی صفحات ٹائٹل، فہرست، مقدمہ پر مشتمل ہیں۔ پھر حمد و نعت کے بعد ص ۲۵ سے سیدہ حفصہؓ پر منظوم کلام شروع ہوتا ہے جو ص ۹۹ تک چلا گیا ہے۔ پھر ص ۱۰۰ سے منظوم کلام نمبر ۲ شروع ہوتا ہے۔ جو ص ۱۹۲ پر جا کر اختتام پذیر ہوتا ہے۔ پھر تین چار مزید نظمیں ہیں۔ یوں ۲۲۱ صفحات پر مشتمل یہ کتاب ہے۔ مؤلف کا ذوق شاعری کیسا ہے۔ اس پر کوئی صاحب فن ہی تبصرہ کرسکتا ہے۔ مجھے شاید ایک شعر بھی صحیح طور پر پڑھنا نہیں آتا ہے۔ جب شعر پڑھنے کا یہ حال ہے تو سمجھنے کا حال اس پر قیاس کیا جاسکتا ہے۔ لگتا ہے جناب انجم نیازی کی شاعری کا رخ اللہ رب العزت نے حضرات صحابہ کرامؓ و اہل بیت عظامؓ کی مدحت کی طرف موڑ دیا ہے۔ جو سعادت کی بات ہے۔

خدمت خلق ایک عظیم عبادت: صفحات: ۴۰۰: قیمت: درج نہیں: ملنے کا پتہ: ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان!

خدمت خلق بہت بڑی عبادت ہے۔ کیا عارفانہ قول ہے کہ ”عبادت سے جنت ملتی ہے۔ خدمت سے خدا ملتا ہے“ آج انسان انسان کو نفع پہنچانے لگ جائے تو پورا معاشرہ جنت نظیر بن جائے۔ خیر القرون کے زمانہ سے موجودہ دور تک خدمت خلق کے حوالہ سے جو کچھ لکھا پڑھا گیا۔ ادارہ تالیفات اشرفیہ نے اس میں سے جو جمع کرسکتے

تھے۔اس کتاب میں جمع کردیا۔حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ، مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ، مولانا مفتی محمد تقی عثمانی، مولانا محمد یونس پالن پوری کی اس عنوان پر تحریروں سے بھرپور استفادہ کیا گیا ہے۔اس لئے کتاب کے ٹائٹل پران حضرات کے نام بھی دیئے گئے ہیں۔عمدہ طور پر موضوع کو نبھایا گیا ہے۔

تذکرہ حضرت درخواستیؒ (کتب ورسائل میں): صفحات:۱۰۰: قیمت: درج نہیں: مرتب:

پروفیسر قاری بشیر حسین صاحب: ملنے کا پتہ وناشر: مکتبہ حامدیہ نواں شہر ایبٹ آباد!

عشق صادق سے کام کیا جائے اور کام بھی تحقیقی ہو تو ہر صاحب نظر داد دینے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ہمارے قریب کے زمانہ میں اپنے وقت کے امام العلماء والا فاضل حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب درخواستیؒ تھے۔بہت سارے حضرات نے آپ کی شخصیت پر کام کیا۔لیکن یہ حقیقت ہے کہ جتنا آپ کی شخصیت پر کام ہونا چاہئے تھا یا جتنی آپ کی شخصیت کام کی متقاضی تھی۔اس کا عشر عشیر بھی نہیں ہوا۔ہمارے مخدوم زادہ حضرت مولانا صاحبزادہ فضل الرحمن درخواستی بہت عالی حوصلہ وبلند ہمت شخصیت ہیں۔ہمت کریں تو حضرت درخواستی مرحوم پر کام کرنے کے کئی زاویے ہیں۔ہر زاویہ پر کام کرنے کی شدید ضرورت ہے۔اس وقت جس خوشی میں یہ سطور لکھی جارہی ہے کہ زیر نظر کتابچہ میں پروفیسر قاری بشیر حسین صاحب نے جہاں کہیں حضرت درخواستیؒ پر کوئی تھوڑا بہت کام ہوا ہے سب کا آپ نے جامع اشاریہ مرتب کردیا ہے۔جامع اشاریہ لائق تبریک وتحسین ہے۔حق تعالیٰ ان کو بہت ہی جزائے خیر دیں کہ بڑا علمی کام سرانجام دیا ہے۔پروفیسر بشیر حسین صاحب ہی ہمت کریں تو کم از کم حضرت درخواستیؒ کی جامع سوانح تو مرتب ہوسکتی ہے۔

محمود احمد عباسی نظریات کا تحقیقی جائزہ: مؤلف: حضرت مفتی سید عبدالشکور ترمذیؒ: صفحات:

۱۵۲: قیمت: درج نہیں: ناشر: شاہ نفیس اکادمی۔۱۱/۲۷ سعدی پارک مزنگ لاہور!

رسوائے زمانہ محمود عباسی علیہ ماعلیہ نے ایک کتاب لکھی جو تحقیق کے نام پر دجل دجال اور تلبیس ابلیس کا نمونہ تھی۔اس کتاب کا نام ’’خلافت معاویہ ویزید‘‘ تھا۔اس کتاب کے ذریعے محمود عباسی نے پاکستان میں فتنہ یزیدیت کی بنیاد رکھی۔پھر شیطانی ذریت بلکہ ذریۃ البغایا کی ایک فصل اگ آئی۔اس محمود عباس نے سیدنا حسینؓ کی صحابیت کا انکار کیا۔سیدنا حسینؓ کی شہادت کو خون رائیگاں، خون تلف‘ خون بیکار قرار دیا۔اس شخص نے سیدہ فاطمہؓ کی اہانت کا ارتکاب کیا۔بخاری ومسلم کی احادیث کو عجمی سازش قرار دیا۔سیدنا علیؓ کی خلافت کے تحقق کا انکار کیا۔حوالے دینے میں یہ شخص خائن اور بددیانت ثابت ہوا۔دجل میں شیطان کے کان کترنا اس کے بائیں ہاتھ کا کھیل تھا۔اس کی کتاب نے شروفتن کا وہ دروازہ کھولا کہ اہل حق تڑپ گئے اور اہل باطل کو سرور حاصل ہوا۔بہت سارے ہمارے اس وقت کے اکابر نے اس کتاب کے رد میں کتابیں لکھیں۔انہیں اور لکھنے اور اہل بیت علیہ الرضوان کا دفاع کرنے والوں میں ہمارے مخدوم حضرت مولانا سید عبدالشکور ترمذیؒ بھی تھے۔آپ نے محمود احمد عباسی کے نظریات کا تحقیقی جائزہ کے نام سے یہ کتاب لکھی۔ہمارے مخدوم جناب میاں رضوان نفیس جو دفاع اہل بیتؓ اور دفاع صحابہؓ میں

قدرت کی طرف سے توفیق یافتہ ہیں۔ آپ نے اس کتاب کو اب پھر شاندار طریقہ پر دیدہ زیب شائع ہے۔ مفتی عبدالشکور ترمذیؒ کے صاحبزادہ مولانا عبدالقدوس کا وقیع مقدمہ اور حرف رضوان کے عنوان سے جناب میاں رضوان نفیس کا شاندار دیباچہ ہے۔ آخر میں ایک ضمیمہ میں جناب رضوان صاحب نے محمود عباسی کے متعلق مزید چند مضامین وشہاداتی تحریرات جمع کردی ہیں۔ جس سے محمود عباسی کی دستار وجبہ تار تار ہوکر رہ گئی ہے۔ ہر بات باحوالہ تنقید متین، عبارت شستہ اور دلاویز محمود عباسی کی کتاب حیاء سوز تھی تو اس کا جواب یہ کتاب ایمان افروز ہے۔ پڑھیے اور آنے والی نسل کو یزیدیت کے ملعون فتنہ سے بچائیے۔ کتاب کی ایک ایک سطر لائق توجہ ہے۔

تذکرۃ العطاء (تذکرہ وسوانح حضرت مولانا عطاء الرحمٰن شہیدؒ): صفحات:

۴۰۰: قیمت: درج نہیں: ملنے کا پتہ وناشر: زمزم پبلشرز، شاہزیب سنٹر مقدس مسجد، اردو بازار کراچی!

ماضی قریب میں راولپنڈی میں بھوجا ایئرلائن کا طیارہ تباہ ہوا۔ اس میں جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی کے ناظم تعلیمات اور استاذ الحدیث حضرت مولانا عطاء الرحمٰن بھی تھے جو شہادت مقصود مومن کا مصداق بنے۔ مولانا سید زین العابدین آپ کے شاگرد رشید ہیں۔ آپ نے اس وقت ہنگامی طور پر جو تعزیتی مضامین شہید مرحوم کے متعلقین نے شائع کئے۔ ان سب کو جمع کردیا تو ایک یہ کتاب مرتب ہوئی۔ صرف تعزیتی مضامین کو جمع کرنا بجائے خود بہت ہی بڑی خدمت ہے۔ لیکن یہ جمع وترتیب ایک رسالہ کا نمبر کہلا سکتی ہے۔ کتاب کے اس سے کہیں زیادہ تقاضے ہیں۔ جو کسی رسالے کے نمبر کے بعد شروع ہوتے ہیں۔ تذکرہ وسوانح کے لئے جو مواد چاہئے یا جو اس موضوع کا متقاضی ہے۔ اس پر کام کرنے کی ضرورت واہمیت باقی ہے۔ اسے بالکل چھوا نہیں گیا۔ تاہم جتنا کام ہوا ہے لائق تحسین ہے۔ مزید کتاب کے نام کے تقاضوں پر پورا اترنے کی اہمیت سے جامع بھی انکار نہیں فرمائیں گے۔ ہمت مرداں رحمت پروردگار۔ اللہ توفیق عطاء فرمائیں۔

عاشقان رسولؐ کے ایمان افروز واقعات: مرتب: حضرت مولانا محمد اسحاق ملتانی: صفحات:

۴۸۰: قیمت: درج نہیں: ناشر: ادارہ تالیفات اشرفیہ چوک فوارہ ملتان!

اس کتاب میں خلفائے راشدینؓ صحابہ کرامؓ امہات المومنینؓ اور صحابیاتؓ تابعین وتبع تابعینؒ آئمہ وبزرگان دینؒ کے عشق رسالت کے اچھوتے اور حیرت انگیز ایمانی واقعات جمع کئے ہیں۔ جنہیں پڑھتے ہی آپ بھی عاشق رسولؐ بن جائیں۔ کتاب میں شہدائے ناموس کے حالات جمع کئے۔ آپ a کے تبرکات کا تذکرہ۔ مدینۃ النبی a میں مدفون علمائے دیوبند کا مختصر مگر جامع نام بنام تذکرہ جو بجائے خود ایک مستقل موضوع ہے۔ ایسی شاندار معلوماتی کتاب۔ جسے آپ کا پڑھنا ہزاروں برکات کے حصول کا باعث ہوگا۔

ہفت اولیاء (منظوم): صفحات: ۲۸۸: نتیجہ فکر: انجم نیازی: قیمت: درج نہیں: ناشر: مکتبہ صفدریہ نزد مدینہ مسجد ماڈل ٹاؤن بہاولپور!

جناب انجم نیازی صاحب حضرت مولانا قاضی مظہر حسینؒ کے صحبت یافتہ ہیں۔ نامور شاعر ہیں۔ ان کی

شاعری صرف حضرات صحابہ کرامؓ کے لئے وقف تھی۔ مکتبہ الفقیر فیصل آباد نے حضرات صحابہ کرامؓ کی مختلف شخصیات پر آپ کے منظوم کلام پر مشتمل آٹھ کتابیں شائع کیں۔ زیر نظر کتاب 'مدحت اولیاء' ان کی پہلی کتاب ہے جو صحابہ کرامؓ کی بجائے ان سے خدام کے حالات کو منظوم کلام میں پیش کیا گیا ہے۔ حضرت مدنیؒ 'مولانا عبدالشکور لکھنویؒ' مولانا محمد عبداللہ درخواستیؒ' مولانا قاضی مظہر حسینؒ' مولانا عبداللطیف جہلمیؒ' مولانا محمد نافع' مولانا عبدالستار تونسویؒ کی خدمات کو منظوم کلام میں پیش کرنے کا خوب انداز اختیار کیا ہے۔ ٹائٹل وجلد لاجواب۔ طباعت عمدہ۔ کاغذ لگانے میں بخل کا مظاہرہ کیا گیا ہے۔ اہل ذوق تمام تر سامان تسکین وجد کا اس کتاب میں آپ کو ملے گا۔

مواعظ حافظ الحدیث شیخ الاسلام مولانا عبداللہ درخواستیؒ: مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی نے ترجمان اسلام' خدام الدین' لولاک سے حضرت کے خطبات جمع کر کے مرتب کئے جس کی یہ جلد ۵۲۸ صفحات پر مشتمل ہے یہ خطبات ۲۰۰۸ میں کپوز ہوگئے تھے۔ شیخ الاسلام حضرت درخواستیؒ کے جانشین ہمارے مخدوم ومخدوم زادہ حضرت مولانا فضل الرحمٰن درخواستی نے جامعہ مخزن العلوم خان پور سے اب انہیں شائع کیا ہے۔ حضرت درخواستیؒ اپنے دور میں جمعیت علماء اسلام کے امیر ہی نہیں۔ بلکہ پورے ملک کے علماء کے قافلہ کے میر کارواں بھی تھے۔ آپ کا سوز وگداز آپ کا عشق رسالت مآب a' آپ کا علوم قرآنی' ومعارف احادیث کو خاص انداز میں بیان کرنا یہ سب باتیں سننے سے نہیں بلکہ دیکھنے سے تعلق رکھتی تھیں۔ انہوں نے جو انداز اپنایا وہ محنت سے نہیں موہبت سے تعلق رکھتا تھا۔ وہ اپنے دور کے نامور بزرگ رہنما اور دینی وسیاسی شخصیت تھے۔ جہاں تشریف لے جاتے فیض رسانی کے دروازے کھلتے جاتے تھے۔ آپ کی قدر ان کا عکس معلوم کرنا چاہتے ہیں تو یہ کتاب آپ کی تسکین کا باعث ہوگی۔ مرتب وناشر ڈھیروں مبارک باد کے مستحق ہیں۔

ید بیضاء، مع طائر سدرہ: مصنف: پیرزادہ خلیل احمد حامی عبیدی دین پوری: قیمت: درج نہیں: ملنے کا پتہ: درگاہ عالیہ قادریہ راشدیہ دین پور شریف، تحصیل خان پور ضلع رحیم یار خان!

خان پور ضلع رحیم یار خان کے غرب میں دو تین کلومیٹر کے فاصلہ پر ایک بستی دین پور شریف کے نام سے آباد ہے۔ آفتاب معرفت، قدوۃ السالکین حضرت خلیفہ میاں غلام محمدؒ دین پوری نے اس بستی کو قائم فرمایا تھا۔ یہ ۱۸۷۶ء کی بات ہے۔ تب سے اب تک یاد الٰہی، ذکر ومعرفت کے سرچشمہ کے طور پر سدا بہار گلشن ہے۔ جس کی مہک نے ایک دنیا کو ''باخدا'' بنادیا ہے۔

اس خانقاہ عالیہ دین پور شریف کے بانی ومرشد اعلیٰ حضرت مولانا خلیفہ غلام محمد صاحبؒ کا وصال ۱۹۳۶ء میں ہوا۔ خانقاہ عالیہ قادریہ راشدیہ دین پور شریف کے مرشد ثانی جو حضرت خلیفہ غلام محمد صاحبؒ کے صاحبزادے اور جانشین تھے۔ حضرت مولانا میاں عبدالہادیؒ اس مرشد ثانی کے صاحبزادے میاں خلیل احمد حامی نے ''ید بیضاء'' کے نام سے اپنے دادا حضور مرشد اول حضرت میاں خلیفہ غلام محمد دین پوریؒ کے حالات پر مشتمل کتاب لکھی۔ اس کا پہلا ایڈیشن ۱۹۷۸ء میں شائع ہوا اور اب آٹھواں ایڈیشن ۲۰۱۳ء میں شائع ہوا۔ اس میں ید بیضاء کتاب کے ۳۳۸

صفحات ہیں۔ کتاب بڑے سائز کی ہے۔ جو عام فتاوٰی سائز ہوتا ہے۔ ہر ایڈیشن میں مصنف مرحوم حضرت میاں خلیل احمد اضافہ فرماتے رہے۔ اب موجودہ ایڈیشن میں بالکل جامع سوانح کی حیثیت رکھتا ہے۔

خانقاہ عالیہ دین پور شریف کے مرشد ثانی حضرت میاں عبدالہادی صاحب کا وصال ۱۹۷۸ء میں ہوا تو ید بیضاء کے مصنف میاں خلیل احمد کو اللہ تعالیٰ نے توفیق بخشی کہ وہ دادا مرحوم کی سوانح کی طرح اپنے والد مرحوم حضرت میاں عبدالہادی دین پوری امام المتقین کی سوانح بھی مرتب فرمائیں جس کا نام ”طائر سدرہ“ رکھا۔ زیر نظر ایڈیشن میں طائر سدرہ کے صفحات ۱۶۹ ہیں۔

ید بیضاء جو ۳۳۸ صفحات پر مشتمل ہے اور طائر سدرہ جو ۱۶۸ کا احاطہ کئے ہوئے ہیں۔ ان دونوں کتابوں کو ایک ساتھ ایک ہی کتاب، ایک ہی جلد میں شائع کیا ہے۔ مکمل کتاب کے صفحات ۵۰۶ ہیں جس میں آخر پر سولہ صفحات آرٹ پیپر کے رنگین خانقاہ عالیہ دین پور کے تبرکات کے فوٹوز پر مشتمل ہیں۔ جو بجائے خود تاریخی ورثہ ہیں۔

بڑے سائز کی کتاب تمام خوبیوں کو سمیٹے ہوئے۔ کاغذ، طباعت، جلد، ٹائٹل، غرض حسن صورت کا مرقع ہے۔ روحانی، ظاہری خوبیوں کا مجموعہ یہ کتاب ہے۔ پڑھیں تو بس ایسے گم ہوں کہ پڑھتے چلے جائیں۔ خانقاہ عالیہ کے مرشد ثالث مخدوم الصلحاء حضرت میاں سراج احمد دین پوری اس وقت خانقاہ شریف کی رونقوں کو دوبالا کئے ہوئے ہیں۔ ساتھ میں لنگر خانہ، عظیم الشان دینی مدرسہ قائم ہے۔ صبح وشام ذکر الٰہی کی رونقوں سے خانقاہ شریف کے در و بام ضوفشانیوں کے لئے انوار الٰہی کے نزول کا منظر پیش کر رہے ہیں۔ سراج السالکین میاں سراج احمد دین پوری مدظلہ، صاحبزادہ حضرت سائیں میاں مسعود احمد دین پوری مدظلہ جو اپنے دادا حضور حضرت مرشد ثانی میاں عبدالہادیؒ اور حضرت مولانا عبیداللہ انورؒ اور اپنے ابا حضور مرشد ثالث میاں سراج احمد مدظلہ سے مجاز ہیں۔ ان تینوں بزرگوں کے فیوض و برکات کے امین ہیں۔ اللہ رب العزت انہیں خیر و برکت کا اس دور میں اسلامیان وطن کے لئے سرچشمہ بنایا ہوا ہے۔ جس طرف توجہ فرماتے ہیں انوار کے پرتو دیکھنے کو مل جاتے ہیں۔

ہمیں خوشی ہے کہ یہ کتاب انہوں نے اپنی نگرانی میں شائع کرائی اور شایان شان طریقہ پر شائع کرائی ہے۔ یہ کتاب ڈیڑھ صدی کی تاریخ پر مشتمل ہے۔ کتاب کو پڑھتے ہی انوار و برکات قاری کے دل کو گھیر لیتے ہیں۔ ذکر اکابر، تذکرہ اولیاء یقیناً بہت بڑی نیکی و کار خیر ہے جو برکات کے نزول کا باعث ہے۔ خانقاہ عالیہ دین پور کی تاریخ، بھرچونڈی شریف، امروٹ شریف اور خانقاہ شیر انوالہ لاہور کی تاریخ ہی نہیں گویا نصف صدی کے تصوف کی تاریخ کو یہ کتاب حاوی ہے۔ اچھا پڑھیں گے تو ہمیں فرمایئے گا کہ ہم نے کتاب کے تعارف میں مبالغہ سے تو کام نہیں لیا؟ یقین فرمائیں کہ ہمارا دل اس وقت اس یقین سے معمور ہے کہ کتاب کا کما حقہ تعارف ہم مسکینوں سے ممکن ہی نہیں۔ اعتراف عجز کے ساتھ سوائے ان سطور کو ختم کرنے کے چارہ نہیں۔

اے میرے لخت جگر: جمع و ترتیب: ماسٹر عبدالرؤف صاحب: صفحات: ۲۹۶: قیمت: درج نہیں:

ملنے کا پتہ: مکتبہ صفدریہ نزد مدینہ مسجد ماڈل ٹاؤن بی بہاولپور!

اولاد، طلبہ کی تربیت کے لئے مختلف اہل علم حضرات کے رشحات قلم کا نچوڑ نہایت سلیقہ سے جمع کر دیا گیا ہے۔

جماعتی سرگرمیاں!

ادارہ!

مبلغین ختم نبوت کا سہ ماہی اجلاس

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی مبلغین کا سہ ماہی اجلاس دفتر مرکزیہ ملتان میں منعقد ہوا۔ اجلاس کی مختلف نشستوں کی صدارت مولانا عزیز الرحمن جالندھری، مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی، مولانا غلام حسین جھنگ اور حافظ محمد ثاقب نے کی۔ اجلاس میں مولانا اللہ وسایا، مولانا قاضی احسان احمد، کراچی، مولانا توصیف احمد، حیدرآباد، مولانا محمد علی صدیقی، میرپور خاص، مولانا تجمل حسین، نوابشاہ، مولانا مختار احمد، تھرپارکر، مولانا محمد حسین ناصر، سکھر، مولانا مفتی محمد راشد مدنی، رحیم یار خان، مولانا محمد اسحاق ساقی، بہاولپور، مولانا محمد قاسم رحمانی، بہاول نگر، مولانا عبدالحکیم، ساہیوال، مولانا عبدالستار گورمانی، خانیوال، مولانا غلام حسین، جھنگ، مولانا عبدالرشید غازی، فیصل آباد، مولانا غلام مصطفیٰ، چناب نگر، مولانا ریاض احمد، شیخوپورہ، مولانا عزیز الرحمن ثانی، لاہور، مولانا عبدالرزاق، اوکاڑہ، مولانا محمد خالد عابد، سرگودھا، مولانا زاہد وسیم، راولپنڈی، مولانا عبدالستار حیدری، لیہ، مولانا محمد اقبال، ڈیرہ غازیخان، مولانا قاضی عبدالخالق، مظفرگڑھ، مولانا فقیر اللہ اختر، سیالکوٹ، مولانا محمد عارف شامی، گوجرانوالہ، مولانا خبیب احمد، ٹوبہ ٹیک سنگھ، مولانا محمد اسلم، خوشاب، مولانا محمد یونس، کوئٹہ سمیت کئی ایک علماء کرام نے شرکت کی۔

اجلاس میں ۷؍ستمبر ۱۹۷۴ء کے تاریخ ساز فیصلہ جس میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا تھا کی یاد میں یکم؍ستمبر سے ۱۰؍ستمبر سے عشرہ ختم نبوت منانے کا فیصلہ کیا گیا۔

طے ہوا کہ یکم؍ستمبر بہاولپور، ۵؍ستمبر جامعہ اشرفیہ لاہور، ۶؍ستمبر جامع مسجد لال اسلام آباد، ۷؍ستمبر پشاور اور ۸؍ستمبر کو مردان میں بڑے بڑے اجتماعات اور ختم نبوت کانفرنسیں منعقد کی جائیں گی۔ جبکہ علاقائی سطح پر ہر اہم شہر میں اجتماعات، سیمینارز، کانفرنسیں، جلسے منعقد کئے جائیں گے۔

پورے ملک میں ممبر سازی ہو چکی ہے۔ ساتھیوں کو ہدایت کی گئی کہ جماعتوں کی تشکیل مکمل کرکے تفصیلات دفتر مرکزیہ کو ارسال فرمائیں۔ تاکہ ممبران عمومی کو اجلاس کے لئے دعوت نامے ارسال کئے جاسکیں۔

چناب نگر سالانہ آل پاکستان ختم نبوت کانفرنس ۲۴، ۲۵؍اکتوبر کو منعقد ہوگی۔ مولانا صاحبزادہ عزیز احمد کی سربراہی میں مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی، مولانا عزیز الرحمن ثانی، مولانا غلام مصطفیٰ پر مشتمل ایک کمیٹی تشکیل دی گئی جو تمام مکاتب فکر کے علماء کرام، مشائخ عظام، دینی وسیاسی جماعتوں کے راہنماؤں کو شرکت کی دعوت دے گی۔

اجلاس میں ”دی مسیح“ فلم کے ”جیو“ پر نشر ہونے پر تشویش کا اظہار کرتے ہوئے جیو انتظامیہ سے مطالبہ کیا گیا کہ گستاخی انبیاء کرام پر مشتمل اس فلم کو بند کیا جائے۔

علماء کرام وخطباء حضرات سے اپیل

ہر ماہ کا ایک جمعہ ختم نبوت کیلئے وقف کریں

- عقیدہ ختم نبوت دین کی اساس ہے۔ چنانچہ امام زین نجیمؒ نے الاشباہ والنظائر ص۱۰۲ پر لکھا ہے کہ: ''اذا لم یعرف ان محمدﷺ آخر الانبیاء فلیس بمسلم لانه من الضروریات ''جس شخص کو یہ معلوم نہ ہو کہ آنحضرتﷺ آخری نبی ہیں۔ وہ مسلمان نہیں ہے۔ اس لئے کہ یہ عقیدہ ضروریات دین میں سے ہے۔
- آئین پاکستان کی رو سے قادیانی کافر ہیں۔ جبکہ وہ خود کو مسلمان اور امت محمدیہ کو کافر کہہ کر آئین سے بغاوت کر رہے ہیں۔
- تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء کے بعد تحریک نظام مصطفیﷺ، تحریک ایم، آر، ڈی، شیعہ سنی تنازعہ، لسانی قضیہ، عراق، ایران۔ کویت، عراق جنگیں، افغانستان میں روسی پھر امریکی یلغار، سقوط عراق سے سانحہ لال مسجد تک ہوشربا اور سنگین مسائل اور مجبوریوں کی وجہ سے ختم نبوت کے تحفظ کا کام اور قادیانیت کے احتساب کے عمل کی خطابت میں ثانوی حیثیت ہوگئی۔ حالانکہ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، تبلیغ اور جہاد جیسے فرائض کا تعلق حضورﷺ کے اعمال سے ہے اور ختم نبوت کا تعلق حضورﷺ کی ذات مبارک سے ہے۔
- ختم نبوت کی پاسبانی براہ راست ذات اقدس کی خدمت کرنے کے مترادف ہے۔
- لہٰذا: تمام خطیب حضرات سے دردمندانہ اپیل ہے کہ وہ کم از کم ہر ماہ کا ایک جمعہ مسئلہ ختم نبوت کے بیان کے لئے وقف کر کے شفاعت نبویؐ کے مستحق بنیں۔ قادیانیت سے خود بچنا اور امت کو بچانا ہمارے فرائض میں شامل ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کا حامی وناصر ہو۔ آمین!

والسلام!

(مولانا خواجہ خواجگان) خواجہ خان محمدؒ

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ

حضوری باغ روڈ ملتان - فون: 061-4783486

قومی اسمبلی میں قادیانی مسئلہ پر بحث کی

مصدقہ رپورٹ

- ایک ایسی سرکاری دستاویز جو ہر لحاظ سے مستند اور قابل اعتماد ہے۔
- قادیانی گروپ کے گرو مرزا ناصر کی ۱۱ دن قومی اسمبلی میں درگت کی لحہ بہ لحہ کاروائی کا عبرتناک نظارہ۔
- مرزائی لاہوری گروپ کے گرو، یکے بعد دیگرے کیسے ڈھیر ہوئے؟
- اکیس دن قومی اسمبلی میں قادیانی مسئلہ پر بحث کا ایک ایک حرف سرکاری سطح پر شائع ہوگیا۔
- اس اکیس روزہ قومی اسمبلی کی کاروائی کو حکومت نے اکیس حصوں میں شائع کیا۔
- ہم نے ان اکیس حصوں کو ۵ ضخیم جلدوں میں شائع کردیا ہے۔
- جلد اوّل جو سرکاری ایڈیشن کے حصہ ۱، ۲، ۳ کا مجموعہ ہے۔ اس کے ۵۷۶ صفحات ہیں۔
- جلد دوم جو سرکاری ایڈیشن کے حصہ ۴، ۵، ۶، ۷، ۸ کا مجموعہ ہے۔ اس کے ۵۶۸ صفحات ہیں۔
- جلد سوم جو سرکاری ایڈیشن کے حصہ ۹، ۱۰، ۱۱، ۱۲ کا مجموعہ ہے۔ اس کے ۵۵۲ صفحات ہیں۔
- جلد چہارم جو سرکاری ایڈیشن کے حصہ ۱۳، ۱۴، ۱۵ کا مجموعہ ہے۔ اس کے ۵۳۲ صفحات ہیں۔
- جلد پنجم جو سرکاری ایڈیشن کے حصہ ۱۶، ۱۷، ۱۸، ۱۹، ۲۰، ۲۱ کا مجموعہ ہے۔ اس کے ۷۲۰ صفحات ہیں۔
- ہر جلد کے اوّل میں اس کی فہرست موجود ہے۔
- گویا مکمل حکومتی شائع شدہ قومی اسمبلی کی قادیانی مسئلہ پر بحث کا ریکارڈ ۵ جلدوں اور دو ہزار نو سو باون صفحات پر مشتمل چھپ کر آپ کی دسترس میں ہے۔
- قومی اسمبلی میں حق تعالیٰ نے ممبران کے سامنے قادیانیت کے کذب کو کس طرح آشکارا کیا، حق و باطل کے اس معرکہ کی کاروائی کا ایک ایک لفظ قادیانیت کی ذلت کا نشان بن گیا ہے۔
- اس کتاب کے شائع ہونے پر دنیائے قادیانیت کے ہر فرد کے لئے ''اتمام حجت'' ہوگیا ہے۔
- قادیانی قیادت اپنے عوام کے سامنے منہ چھپانے پر مجبور ہوگئی۔
- حق کی فتح، قادیانیت کی واضح ذلت آمیز شکست کا حال اپنی نظروں سے ملاحظہ کیجئے۔
- عمدہ کمپیوٹر کتابت، اعلیٰ طباعت، قیمتی دبیز کاغذ، شاندار جلد، چہار رنگا ٹائٹل، ہزاروں صفحات، ۵ جلدوں پر مشتمل مکمل سیٹ کی **رعایتی قیمت ایک ہزار روپیہ** ہے۔ محصول ڈاک اس کے علاوہ ہے۔ اس سے زیادہ سستی کتاب کا تصور بھی مشکل ہے۔ آج ہی عالمی مجلس کے دفاتر یا مرکزی دفتر سے طلب کیجئے۔ قیمت کا پیشگی آنا ضروری ہے۔ وی. پی ہرگز نہ ہوگی۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ملتان

MONTHLY LAULAK MULTAN REGD. Number M-108

سلام زندہ باد

فرما گئے یہ ہادیٔ لا نبی بعدی

تاجدارِ ختمِ نبوت زندہ باد

یا رسول اللہ

مرکز ختمِ نبوت مُسلم کالونی چناب نگر ضلع چنیوٹ

ختمِ نبوّة کانفرنس

32 ویں دو روزہ سالانہ عظیم الشان

بتاریخ 24-25 اکتوبر 2013 جمعرات جمعۃ المبارک

زیرِ صدارت

حکیم العصر محدث دوراں ولی کامل مخدوم العلماء

حضرت اقدس شیخ الحدیث مولانا **عبدالمجید** لدھیانوی صاحب دامت برکاتہم

امیر مرکزیہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت

زیرِ سرپرستی

استاذ المحدثین حضرت مولانا ڈاکٹر **عبدالرزاق اسکندر** صاحب دامت برکاتہم

نائب امیر مرکزیہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت

زیرِ نگرانی

حضرت مولانا ولی ابن ولی صاحبزادہ **خواجہ عزیز احمد** صاحب مدظلہ

نائب امیر مرکزیہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت

عنوانات

توحیدِ باری تعالیٰ جل شانہ — سیرتِ خاتم الانبیاء ﷺ — عقیدہ ختمِ نبوۃ — حیاتِ عیسیٰ علیہ السلام — عظمتِ صحابہ و اہلِ بیت رضی اللہ عنہم — اتحادِ اُمت

اور ظہورِ مہدی رضی اللہ عنہ جیسے اہم موضوعات پر علماء، مشائخ، قائدین، دانشور اور قانون دان خطاب فرمائیں گے۔ اہلِ اسلام سے شرکت کی درخواست ہے

شعبہ نشر و اشاعت عالمی مجلس تحفظِ ختمِ نبوت چناب نگر ضلع چنیوٹ

ملتان: 061-4783486
چناب نگر: 047-6212611
0300-4304277